ترجمہ

نَظمُ الدُّرَر فِی سِلکِ شَقِّ القَمَر

بنام

شقِ قمر کا معجزہ

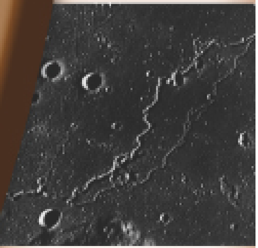

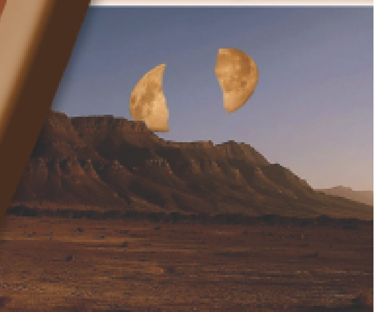

تالیف

علامہ عبد الحلیم بن امین اللہ حنفی لکھنوی علیہ الرحمہ

(متوفی ۱۲۷۲ھ)

ترجمہ و تخریج و تحشیہ

حامد علی علیمی

(فاضل جامعہ علیمیہ، ریسرچ اسکالر جامعہ کراچی)

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

Ph : 021-32439799 Website : www.ishaateislam.net

نام کتاب: نَظْمُ الدُّرَر فِیْ سِلْكِ شَقِّ الْقَمَر

مؤلف: علامہ عبد الحلیم بن امین اللہ حنفی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ و تخریج: حامد علی علیمی

تقدیم: مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی (دامت فیوضاتہ العالیۃ)

سنِ اشاعت: ربیع الاول ۱۴۳۴ھ / جنوری ۲۰۱۳ء

تعدادِ اشاعت: ۳۰۰۰

ناشر: جمعیّت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار میٹھادر، کراچی

فون: ۳۲۴۳۹۷۹۹

خوشخبری: یہ کتاب اس ویب سائٹ پر بھی ہے:

www.ishaateislam.net

ترجمہ

نَظْمُ الدُّرَر فِیْ سِلْكِ شَقِّ الْقَمَر

بنام

شقِ قمر کا معجزہ

تالیف

علامہ عبد الحلیم بن امین اللہ حنفی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

(متوفی ۱۲۸۲ھ)

ترجمہ و تخریج وتحشیہ

حامد علی علیمی

(فاضل جامعہ علیمیہ وریسرچ اسکالر جامعہ کراچی)

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون:۳۲۴۳۹۷۹۹

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱.	مقدمہ	۰۳
۲.	انتساب	۰۵
۳.	عرضِ مترجم	۰۶
۴.	تعارفِ مؤلف	۱۳
۵.	۱۔ تقریظ جلیل: مفسر، محدث، فقیہ شیخ جمال بن عمر حنفی	۱۶
۶.	۲۔ تقریظ جلیل: مفسر، محقق، ادیب احمد بن زین دحلان شافعی	۱۸
۷.	۳۔ تقریظ جلیل: محقق، مدقق شیخ محمد بن محمد عزب شافعی	۱۹
۸.	نَظْمُ الدُّرَرِ فِي سِلْكِ شَقِّ الْقَمَر	۲۰
۹.	خارقِ عادت اُمور کی اَقسام	۲۱
۱۰.	معجزہ	۲۱
۱۱.	تحدّی کا معنی	۲۳
۱۲.	اِرہاص	۲۴
۱۳.	کرامت	۲۵
۱۴.	کرامت پر قرآن سے دلیل	۲۸
۱۵.	شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی کُتب میں نظر کرنا کیسا؟ (حاشیہ)	۳۰-۳۲
۱۶.	جادو (سحر)	۳۳
۱۷.	کرامت اور جادو میں فرق	۳۳
۱۸.	معونت	۳۴

۱۹.	استدراج	۳۴
۲۰.	اِہانت	۳۷
۲۱.	شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا فرعون کے بارے میں موقف (حاشیہ)	۳۷
۲۲.	ایک اِشکال اور اُس کا جواب (حاشیہ)	۳۸-۳۹
۲۳.	پہلی نوری کرن: شقِ قمر کے دلائل	۳۹
۲۴.	واقعہ کی تفصیل	۴۰
۲۵.	شِعریٰ کیا ہے؟ (حاشیہ)	۴۲
۲۶.	تاریکی	۴۴
۲۷.	نجات (پانچ وجوہات)	۴۴-۴۵
۲۸.	تفہیماتِ الٰہیہ کی عبارت کا محمل	۴۶
۲۹.	شقِ قمر میں وارد احادیث اور اُن کے طُرق کا بیان	۵۱
۳۰.	اَبحاثِ ضروری	۵۹
۳۱.	صحابی کی مرسل اور اس کا حکم (حاشیہ)	۶۰
۳۲.	رتن ہندی کون؟ (حاشیہ)	۶۴
۳۳.	دوسری نوری کرن	۶۵
۳۴.	مدارج النبوت سے وضاحت (حاشیہ)	۶۷
۳۵.	اس معجزے کے منکر کا حکم	۷۲
۳۶.	حدیث کی اقسام اور احکام	۷۲-۷۳
۳۷.	مآخذ و مراجع	۷۵

مقدمہ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم

اَمَّا بَعْدُ:

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے جن نفوسِ قدسیہ کو مختلف قوموں کی طرف مختلف ادوار میں مبعوث فرمایا انہیں "انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان مقرّب بندوں کو کئی "معجزات" بھی عطا کیے جو اُن کی نبوت ورسالت کی سچائی اور اُن کے مخالفین کی رسوائی کا باعث ہوئے، کیونکہ مخالفین اُن معجزات کی مثل لانے سے عاجز رہتے تھے۔

یہ سلسلۂ نبوت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شروع ہوا اور خاتم النبیین محمد مصطفیٰ علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیم پر مکمل ہوا۔ آپ ﷺ کو جو معجزات عطا ہوئے اُن کی مثل کسی نبی ورسول کو عطا نہ ہوئے۔ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس سراپا معجزہ ہے۔ انہی معجزات میں سے ایک روشن معجزہ شقِ قمر کا ہے، جس کا ذکر بڑی تفصیل سے تقریباً تمام کُتبِ تفاسیر میں سورۂ قمر کی تفسیر میں اور ذخیرۂ احادیث میں آپ ﷺ کے معجزات کے بیان اور سورتوں کی تفسیر میں وارد روایات میں مذکور ہے۔

سلفِ صالحین وعلماءِ دین مبین اپنے اپنے زمانوں میں اس موضوع پر مستقل کُتب ورسائل بھی تصنیف کرتے رہے ہیں۔ ان تصانیف میں یا تو مُنکرین کے شُبہات کا مُسکت جواب دیا گیا یا اس بارے میں وارد روایات کو یکجا کیا گیا۔ تراجمِ کُتب واَعلام کی طرف مراجعت کرنے سے اس معجزے سے متعلق مندرجہ ذیل تحریرات کے نام ملتے ہیں:

۱۔ صائن الدین علی بن داود بن سلیمان اصفہانی کا رسالہ شقِ قمر کے بارے میں۔

۲۔ "اَنْوَرُ الْاَثِيْرِ فِيْ تَفْسِيْرِ اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ": ابو عزم، محمد حسن بن احمد بن محمد سمان حموی حسینی حنفی کی تصنیف ہے، جو ایک فاضل شاعر اور ادیب گزرے ہیں۔

۳۔ "اِنْشِقَاقُ الْقَمَر مُعْجِزَةٌ لِسَیِّدِ الْبَشَر": محمد احمد جاد محقق مصری کی تصنیف ہے، اس کے علاوہ مصنف کی یادگار کُتب: محمد ﷺ المثل الکامل اور الخلق الکامل (۴ اجزاء) ہیں۔

۴۔ "رِسَالَةٌ فِی انْشِقَاقِ الْقَمَر": محمد بن بلال حنفی کی تصنیف ہے، جسے آپ نے اپنے لڑکے حسن کے لیے تصنیف کیا۔

۵۔ "نَظْمُ الدُّرَرِ فِی سِلْكِ شَقِّ الْقَمَر" (جس کا اردو ترجمہ اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے) اور

٦۔ "اِمْعَانُ النَّظَر لِبَصَارَةِ شَقِّ الْقَمَر": یہ دونوں تصانیف فاضل محقق عبد الحلیم لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی مستقل کُتب ورسائل اس موضوع پر تصنیف کیے گئے ہیں۔

فاضل محقق نے "نظم الدرر" میں قرآن وسُنّت کے دلائل، منکرین کے شبہات کے جوابات اور اس معجزے کے منکر کا حکم نہایت مدلل انداز میں تحریر کیا ہے۔ ایک عرصے سے یہ عربی زبان سے اردو میں ترجمہ ہونے کا منتظر تھا تا آنکہ مولانا حامد علی علیمی نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا۔ ترجمہ کو حتّی الوُسع سہل انداز سے کرنے کی کوشش کی ہے۔ جمعیت اِشاعت اہلسنت، پاکستان الحمد للہ تادمِ تحریر علماء ومشائخِ اہلسنت کے مختلف علمی و تحقیقی رشحاتِ قلم کو شائع کر کے پاکستان بھر میں اپنی "سلسلۂ اشاعت" کے تحت پہنچا چکی ہے اور یہ سفر بحسن وخوبی جاری وساری ہے۔

اسی سلسلۂ اشاعت کی یہ ۲۲۵ ویں کڑی ہے، جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ جمعیت سے وابستہ تمام افراد کو دین ودنیا کی بھلائیاں اور سعادتیں عطا فرمائے، دینِ مبین اور مسلکِ حق کی خدمت میں کی جانے والی ان کی تمام کوششوں کو قبول فرمائے اور مترجم کے علم و عمل اور اخلاص میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

محمّد عطاء اللہ نعیمی

(خادم دار الافتاء، جامعۃ النور، کراچی)

انتساب

اِس خوبصورت سی کوشش کو اُن تمام "عُلماو صُلحا" کے نام کرتا ہوں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے "معجزات اور خصائص" کو روایت کیا، کتابوں میں لکھا اور ہم تک پہنچایا تاکہ ہم آقا و مولیٰ سیدِ عالم محمد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ کی **"عظمت و رِفعت"** کو جان سکیں اور اُن کا **"مقام و مرتبہ"** پہچان سکیں۔

اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی شایانِ شان دنیا و آخرت کی بھلائیاں عطا فرمائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَلَا تُحْرِمْنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ
عَنْ زِيَارَةِ وَجْهِكَ الْكَرِيْمِ بِجَاهِ الرَّءُوْفِ الرَّحِيْمِ
عَلَيْهِ اَفْضَلُ الصَّلَوَاتِ وَالتَّسْلِيْم آمين۔

حامد علی علیمی، کراچی

عرضِ مترجم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے جس کے حکم کے بغیر اس کائنات میں کچھ نہیں ہوتا، وہ مالک ومقتدر ہے جو چاہے کرے، کوئی اُس کے حکم کو روکنے والا نہیں، بے شمار دُرود وسلام کے نذرانے اُس ذاتِ گرامی کی بارگاہ میں جنہیں اللہ تعالیٰ نے دینِ مبین کے ساتھ مبعوث کیا، اُن پر آمدِ انبیاء کا سلسلہ ختم کیا، سارے جہاں پر اپنی حجّت بنایا، قرآن، اس کی آیات، دلائل اور معجزات سے اُن کی تائید فرمائی، اُن کی آمد کی بشارت انجیل، توریت اور دیگر کُتبِ سماویہ میں دی، انس وجن، کاہنوں، احبار اور راہبوں کی زبانی اُن کی بشارت سُنوائی، اُن کی نبوت اور دعوتِ دین کا علم تمام جہاں میں پھیلایا تو جہاں جہاں سورج طلوع وغروب ہوتا ہے، وہاں وہاں اُن کا چرچہ ہے، بے شمار دُرود وسلام آپ کی آل واصحاب پر بھی اُس وقت تک ہوں جب تک گردشِ دن ورات باقی ہے۔

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اللہ تعالیٰ نے جو معجزات عطا کیے وہ کسی دوسرے نبی یا رسول کو عطا نہ کیے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے معجزات تین قسم کے ہیں:

۱۔ بعض وہ جو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لازم تھے جیسے جسم شریف کا بے سایہ ہونا، جسم اقدس سے بے مثال خوشبو آنا وغیرہ۔

یا الٰہی! سرد مہری پر ہو جب خورشیدِ حشر
سیدِ بے سایہ کے ظلِ لِوا کا ساتھ ہو

بھینی بھینی مہک پر مہکتی دُرود
پیاری پیاری نفاست پہ لاکھوں سلام

۲۔ بعض وہ جو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اختیار میں تھے جیسے چاند چیرنا، سورج واپس فرمانا۔

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا اُلٹے قدم
تیری اُنگلی اُٹھ گئی مہ کا کلیجہ چِر گیا

۳۔ بعض بے اختیاری، جیسے آیاتِ قرآنیہ کا نُزول۔

پھر بعض معجزات وقتی تھے جو حضرات صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم نے دیکھے، بعض معجزات دائمی ہیں جو قیامت تک دیکھے جائیں گے جیسے: ا۔ آیاتِ قرآنیہ کہ ہر آیت حضور کا معجزہ ہے۔ ۲۔ حضور کا ذکرِ کثیر کہ ہر جگہ آپ کا چرچہ ہے، ۳۔ آپ کی محبوبیت کہ بغیر دیکھے دنیا آپ کی عاشق ہے اور آپ کے نام پر سر کٹا دیتی ہے، ۴۔ آپ کے اولیاء اللہ کی کرامات کہ ہر کرامت حضور کا معجزہ ہے، ۵۔ تا قیامت آپ کے دین کی بقا اور ۶۔ علماءِ حقّانی کا وجود کہ یہ سب چیزیں حضور کے زندہ جاوید معجزات ہیں۔ وقتی معجزات جو روایات میں آگئے وہ تقریباً چھ ہزار ہیں، بلکہ آپ بذات خود معجزہ اور آپ کا نام معجزہ ہے[۱]۔

بعض ایسے بھی ہیں جن کا اثر آج تک باقی ہے۔ اُن میں سے ایک یہ ہے کہ چاند پر آج تک شق کا نشان ہے، آج سائنس بھی اس امکان کی قائل ہے، اسکے مطابق ایسا لگتا ہے کہ چاند دو ٹکڑوں کا مُرکّب ہے۔ جب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شہادت کی مبارک انگلی سے بجلی نکلی اور چاند کے کلیجہ کو چیر کر دو ٹکڑوں میں کر دیا تھا، اُس وقت سے آج تک اس معجزے کا نشان باقی ہے، علماءِ دین نے اس حقیقت کو آج سے برسوں پہلے ہی آشکار کر دیا تھا، چنانچہ امام احمد رضا حنفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں:

۱۔ ملخصًا از "مرآۃ المناجیح"، مفتی احمد یار خان نعیمی، مکتبہ اسلامیہ لاہور، ج۶، ص۲۴۶۔

برقِ اَنگشتِ نبی چمکی تھی اُس پر ایک بار
آج تک ہے سینۂ مہ میں نشانِ سوختہ

(حدائقِ بخشش)

عالمِ بچپن میں رسول اللہ ﷺ کی قوتِ تصرف کا یہ عالم تھا کہ اگر چاند کو دیکھ کر مبارک انگلی ہلاتے تو تعمیلِ حکم کے لیے چاند اِدھر اُدھر ہو جایا کرتا تھا، گویا آپ ﷺ کے اشاروں پر چلا کرتا تھا، تو اندازہ لگائیں کہ آپ ﷺ اگر اعلانِ نبوت کے بعد اُسے شق ہونے کا حکم فرما دیں تو وہ کیونکر نہ شق ہو گا!

چاند جھک جاتا جدھر اُنگلی اُٹھاتے مَہد میں
کیا ہی چلتا تھا اِشاروں پر کھِلونا نور کا

اعلانِ نبوت سے پہلے مکہ مکرمہ میں درخت اور پتھر آپ ﷺ کی بارگاہ میں درود و سلام کے نذرانے پیش کیا کرتے اور جانور سجدہ کیا کرتے تھے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ ہی مرجعِ عالم ہیں۔

چاند شق ہو پیڑ بولیں جانور سجدہ کریں
بَارَكَ اللہ مرجعِ عالَم یہی سرکار ہے

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیک وسلم! بے شک سورج کا پلٹنا، چاند کا شق ہونا اور عصر کا وقت لوٹ آنا یہ سب معجزات آپ ہی کے ہیں اور آپ ہی کی قدرت و طاقت ہے:

اِشارے سے چاند چیر دیا چُھپے ہو خور کو پھیر لیا
گئے ہوئے دن کو عصر کیا یہ تاب و تواں تمہارے لیے

یہ ۲۲ ستمبر، ۲۰۱۲م ہفتہ کی شام کا وقت تھا، جب برادرِ مکرم مولانا رضاء الحسن قادری زید علمہ وفضلہ سے رابطہ ہوا اور انہوں نے "نَظْمُ الدُّرَرِ فِیْ سِلْكِ شَقِّ الْقَمَرِ" نامی کتاب کا بتایا اور اسے پڑھنے کو کہا، چند صفحات پڑھ کر خلاصہ انہیں بتایا تو راقم سے اردو ترجمہ کرنے کو کہا، راقم نے عرض کیا کہ اگر کسی عالمِ دین نے اردو میں اس موضوع پر تحقیقی کام کیا ہے، جب تو اس کی ضرورت نہیں، اگر نہیں کیا یا کام کیا ہے مگر وہ مزید تحقیق کا متقاضی ہے تو اس کا ترجمہ ہونا چاہیے۔ "جو بولے وہ کُنڈی کھولے" کے مصداق حضرت نے فرمایا کہ یہ ترجمہ تو پھر آپ ہی نے کرنا ہے اور بس۔

پھر کیا تھا اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اُسی رات ترجمہ شروع کیا جو بحمدہ تعالیٰ ۱۳ ذو القعدہ، ۱۴۳۳ھ بمطابق ۳۰ ستمبر، ۲۰۱۲م بروز اتوار، بوقتِ مغرب، مختلف نشستوں میں کمپوزنگ کے ساتھ مکمل ہوا، پھر اس پر نظرِ ثانی کی اور مختلف مفید حواشی کا اہتمام کیا جو بحمدہ تعالیٰ ۲۳، ذو القعدہ، ۱۴۳۳ھ، بمطابق ۱۱ اکتوبر، ۲۰۱۲م، بروز جمعرات صبح نو بج کر پچاس منٹ پر مکمل ہوا۔

کتاب کا تعارف: اس کے دو عربی نسخے ہیں، جو صفر المظفر ۱۲۸۷ھ میں مطبع مصطفائی (ہند) اور مطبع مجتبائی (ہند) سے شائع ہوئے۔ مطبع مصطفائی سے اس کی طباعت کا اہتمام محمد عبد الواحد بن محمد مصطفیٰ خان نے کیا، جبکہ مطبع مجتبائی سے علی بخش خان لکھنوی نے ۱۲۸۱ھ میں۔

مطبع مصطفائی کا نسخہ پندرہ صفحات پر مشتمل ہے، جس میں ہر صفحہ میں تقریباً تینتیس سطریں ہیں اور کتابت واضح ہے۔ مطبع مجتبائی کا نسخہ بھی مذکورہ نسخے کی طرح ہے تاہم اس میں کچھ صفحات میں بعض سطریں محو ہیں پڑھنے میں نہیں آتیں۔ ترجمہ کے لیے مطبع مصطفائی کا نسخہ اصل ہے اور اسی کا اعتبار کیا گیا ہے۔

اس کتاب کے شروع میں "خارقِ عادت اُمور" یعنی خلافِ عادت ہونے والی چیزوں کی اقسام کا ذِکر کیا ہے، جن میں معجزہ، اِرہاص، کرامت، جادو، معونت، اِستدراج اور اِہانت شامل ہیں۔ "کرامت" کے تحت شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر بھی کیا اور اُن کی کُتب میں نظر کرنے سے متعلق حکم لکھا، راقم نے محسوس کیا کہ بات مجمل نہ رہ جائے اور عوام الناس دھوکہ میں نہ پڑ جائیں، لہٰذا امام احمد رضا خان حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے حاشیہ میں ایک وضاحت کی جس سے مجمل بات مفصل ہوئی۔

اس کے بعد کتاب میں معجزۂ شق قمر کے واقعہ کی تفصیل مع دلائل ذکر کی گئی ہے، جن میں قرآن، سنّت، تفاسیر اور کُتبِ سیرت شامل ہیں۔ دورانِ تفصیل ایک احتمال کہ "شقِ قمر قیامت کے دن یا مستقبل میں ہوگا" کا پانچ وجوہات کی بناپر شدت سے رد کیا گیا ہے۔ اسی کے ضمن میں شاہ ولی اللہ مُحدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "تفہیماتِ الٰہیہ" کی ایک عبارت پر کلام کرتے ہوئے اُس کا صحیح محمل بتایا گیا ہے۔

پھر شقِ قمر میں وارد احادیث اور اُن کے طُرق کو بیان کیا گیا ہے، جن کی تعداد چھبیس بنتی ہے، یہ احادیث وطُرق "صحیحین"، ابونعیم کی "دلائلِ نبوت"، "مشکوٰۃ المصابیح"، "تفسیر بغوی"، "درِّ منثور" اور "تفسیرِ کبیر" وغیرہا جیسی مستند کُتب کے حوالے سے بیان کیے گئے ہیں، پھر ان میں بھی جگہ بہ جگہ مفید وضاحتیں حواشی میں بیان کی گئی ہیں، ترجمہ کرتے وقت انہیں بھی شامل کیا گیا ہے۔

اس کے بعد "ابحاثِ ضروری" کے عنوان کے تحت اس واقعہ سے متعلق کچھ اشکالات کے تسلی بخش جوابات، مستند کُتب سے دیے گئے ہیں۔ پھر اس معجزہ سے متعلق

منکرین وملحدین خصوصاً فلاسفہ کے شکوک وشبہات کا بڑی مہارت سے رد کیا گیا ہے۔ آخر میں اس معجزے کے منکر کا حکم تحریر کیا گیا ہے۔

ترجمہ کرتے وقت جو کام کیے گئے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ فاضلِ جلیل عالم نبیل علامہ مولانا عبد الحلیم لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔

۲۔ حتیٰ المقدور ترجمہ کو آسان زبان میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۳۔ قرآنی آیات کا ترجمہ مشہور ترجمۂ قرآن "کنز الایمان" سے کیا گیا ہے۔

۴۔ حسبِ مناسب عنوانات قائم کر دیے ہیں، تاکہ قاری کی دلچسپی بر قرار رہے۔

۵۔ فاضل مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے حواشی کو لکھ کر "۱۲ منہ" سے ممتاز کیا گیا ہے۔

۶۔ حتی المقدور تخریجِ نصوص کا اہتمام کیا گیا ہے۔

۷۔ حاشیہ میں بعض مفید اَبحاث "جدّ الممتار" اور "مرآۃُ المناجیح" وغیرہ سے لی گئی ہیں۔

۸۔ اصل کتاب کے آخر میں شامل تین تقاریظ کا ترجمہ بھی شاملِ متن کیا گیا ہے۔

۹۔ کُتبِ مصادر ومراجع کی فہرست کو آخر میں ذِکر کیا گیا ہے۔

۱۰۔ یہ ترجمہ ایک تعارف، انتساب، مقدمہ اور فہرست موضوعات پر مشتمل ہے۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

الحمد للہ تعالیٰ اس ترجمہ کو پہلی مرتبہ شائع کرنے کی سعادت "جمعیت اِشاعتِ اہلسنت، پاکستان" کے حصہ میں آرہی ہے، جو اب تک تقریباً سوا دو سو کی تعداد میں مختلف نایاب اور مفید کُتب ورسائل شائع کر کے پاکستان بھر میں مفت تقسیم کر چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے تا قیامِ قیامت جاری وساری رکھے اور ہمیں ان کے ساتھ اپنی اپنی حیثیت کے مطابق تعاون کرتے رہنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

اس پورے مرحلہ میں جس جس نے جس قسم کا بھی تعاون کیا مَیں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم ﷺ کے صدقے وطفیل تمام کو دین ودنیا کی بھلائیاں عطا فرمائے، انہیں سلامتیِ ایمان وصحّت اور عافیت کے ساتھ دینِ متین کی خدمت کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ان سب کوششوں کے باوجود مترجم کو اپنی کم علمی اور بے مایگی کا پورا اِحساس ہے لہٰذا اس ترجمہ میں جو حُسن وخوبی نظر آئے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور اسکے رسول مقبول ﷺ کی نظرِ کرم اور بزرگوں کا فیض ہے، نیز اس میں جو غلطی یا خامی نظر آئے وہ یقیناً مترجم کی طرف سے ہے اور اس سے مؤلّف اور ناشر بالکل بری ہیں۔ اللہ تعالیٰ زلّتِ فکر وقلم سے محفوظ فرما کر اِصابتِ فکر وقلم عطا فرمائے، آمین!

بجاہ النبی الأمین ﷺ

الرّاجی إلیٰ لطف ربّہ العمیمی

حامد علی علیمی ﴿غُفِرَ لَہٗ وَلِوَالِدَیْہِ﴾

۴/ ذوالحجہ، ۱۴۳۳ھ بمطابق ۲۰/ اکتوبر، ۲۰۱۲م، کراچی

تعارفِ مؤلّف

(۱۲۰۹ھ-۱۲۸۲ھ)

مولانا عبد الحلیم رحمۃ اللہ علیہ ایک متبحر عالم دین، جامع علومِ عقلیہ ونقلیہ اور فنونِ اُصول وفروع میں یدِ طولیٰ رکھنے والے تھے۔ آپ کا شجرۂ نسب یوں ہے:

نام ونسب: عبد الحلیم بن امین اللہ بن محمد اکبر بن مفتی احمد ابو رحم بن مفتی محمد یعقوب بن عبد العزیز بن محمد سعید بن قطب الدین الشہید السہالوی، فرنگی محلی۔

ولادت: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۱؍ شعبان المعظم، ۱۲۰۹ھ (۵۔ ۱۷۹۴م) میں لکھنؤ میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت: دس سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا اور علومِ شرعیہ کی تحصیل شروع کی۔ اپنے والدِ ماجد مولانا امین اللہ کے علاوہ مفتی ظہور اللہ، مفتی محمد اصغر، مولانا نعمت اللہ اور مفتی محمد یوسف فرنگی محلی وغیرہ جیسے ماہر اساتذہ سے سولہ سال میں درسِ نظامی مکمل کیا۔ اس کے بعد ۱۲۶۰ھ میں باندہ (بندیل کھنڈ) کے رئیس نواب ذو الفقار الدولہ کے بلانے پر وہاں تشریف لے گئے اور وہاں کے مدرسہ میں بحیثیت مدرّس مقرر ہوئے جہاں کافی عرصے درس وتدریس کا کام خوش اُسلوبی سے ادا کرتے رہے۔ اس کے بعد مدرسہ امامیہ حنفیہ جون پور میں بھی تدریسی خدمات انجام دیں۔ ۱۲۷۶ھ میں عبد الوالی قادری کے دستِ حق پر بیعت کی۔ ۱۲۷۷ھ میں حیدر آباد دکن تشریف لائے اور وہاں مدرسۂ نظامیہ میں مسندِ تدریس سنبھالی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک جہان فیض یاب اور سیر اب ہوا۔

۱۲۷۹ھ میں حرمین شریفین کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے اور وہاں کے علماء ومشائخ سے استفادہ کیا، مکہ مکرمہ میں مولانا محمد جمال حنفی اور مولانا احمد بن زین دحلان شافعی سے علمِ حدیث اور دیگر علومِ عقلیہ ونقلیہ میں سند حاصل کی۔

۱۲۸۰ھ میں مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ وہاں مولانا علی مدنی سے سندِ دلائل الخیرات، مولانا محمد بن محمد عزب شافعی، مدرسِ مسجد نبوی سے حدیث و تفسیر وغیرہ علوم کی سند حاصل کی، مولانا شاہ عبد الغنی بن مولانا شاہ ابو سعید مجددی دہلوی سے اجازتِ حدیث و تفسیر وفقہ وغیرہ کی سند حاصل کی۔ عبد الرشید بن مولانا شاہ احمد سعید مجددی دہلوی سے قصیدۂ بُردہ شریف اور حزب البحر کی اجازت حاصل کی اور حجازِ مقدس میں وہاں کے فیوض وبرکات سے بھی مستفید ہوئے۔ ۱۲۸۲ھ میں حیدر آباد آکر عدالتِ نظامیہ کے کام میں مشغول ہو گئے۔

وفات:

صفر المظفر/ ۱۲۸۵ھ میں اچانک سلِ ودق کے عارضے میں مبتلا ہوئے اور ۲۹/ شعبان المعظم ۱۲۸۵ھ میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ حسبِ وصیت شاہ یوسف قادری کے زیر قدم، دفن ہوئے۔

تصانیف وحواشی:

درس و تدریس کے ساتھ ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سی تصانیف اور مفید حواشی بھی یادگار چھوڑے ہیں۔ جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ الاقوال الاربعہ

۲۔ الالماء فی تحقیق الدعاء

۳۔ الایضاحات لمبحث المختلطات

۴۔ ایقاد المصابیح فی صلوٰۃ التراویح

۵۔ البیان العجیب فی شرح ضابطۃ التہذیب

۶۔ برکات الحرمین

۷۔ التحقیقات المرضیہ حل حاشیہ میر زاہد

۸۔ التحلیۃ شرح التسویہ

۹۔ التعلیق الفاضل فی مسئلۃ الطہر المتخلل

۱۰۔ حاشیہ بدیع المیزان

۱۱۔ حاشیہ نفیسی شرح موجز
۱۲۔ حاشیہ ہدایہ
۱۳۔ حل العاقد فی شرح العقائد
۱۴۔ خیر الکلام فی مسائل الصیام
۱۵۔ عمدۃ التحریر فی مسائل اللون واللباس والحریر
۱۶۔ غایۃ الکلام فی بیان الحلال والحرام
۱۷۔ الفرقان (منطق)
۱۸۔ قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار
۱۹۔ القول الحسن فیما یتعلق بالنوافل والسنن
۲۰۔ القول الاسلم حاشیہ شرح ملا حسن
۲۱۔ القول المحیط فیما یتعلق بالجعل المؤلف والبسیط
۲۲۔ کاشف الظلمۃ فی اقسام الحکمۃ
۲۳۔ کشف الاشتباہ فی شرح مسلم بحمد اللہ
۲۴۔ کشف المکتوم فی حاشیہ بحر العلوم
۲۵۔ معین الغائصین فی رد المغالطین
۲۶۔ نور الایمان فی آثار حبیب الرحمن
۲۷۔ نظم الدرر فی سلک شق القمر (جو آپ کے ہاتھوں میں ہے)
۲۸۔ امعان النظر لبصارۃ شق القمر (معجزۂ شق القمر پر اعتراضات کے جوابات) وغیرہ[۲]۔

[۲] ماخوذ از "تذکرہ علمائے ہند"، مولوی رحمن علی، (مترجم) محمد ایوب قادری، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی، ص ۲۸۲-۲۸۵۔ وعمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایۃ، میر محمد کتب خانہ، کراچی، ج ۱، ص ۲۷-۲۸۔

۱۔ تقریظِ جلیل

بقیۃ السلف شیخ العلماء فی بلد اللہ الحرام، محدث، مفسر، فقیہ شیخ جمال بن عمر حنفی (رحمۃ اللہ علیہ)

تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے باغِ علم کو جنت بنایا جس کی نہریں جاری ہیں اور ہمیشہ جاری رہیں گی اور اپنے بندوں میں سے متقی و پرہیز گاروں کو اس جنت کا وارث بنایا۔ میں اُس کی حمد و ثنا کرتا ہوں کہ اُس نے آسمانِ فضل کو ستاروں سے سجایا، جب بھی کوئی ستارہ ڈوبتا ہے تو دوسرا روشن ستارہ طلوع ہو جاتا ہے۔ میں اُس مالک کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میں بھی اس سے مزیّن ہو کر شرف، قدر و منزلت اور بلند مقام حاصل کر سکتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی مستحقِ عبادت نہیں وہ اکیلا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں، وہی ہے جس نے اپنے بندے پر اہلِ باطل کے شُبہ کو رد کرنے والا کلام نازل کیا، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اُس کے بندے اور رسول ہیں، جنہوں نے دینِ متین و مبین کو واضح کیا، اللہ تعالیٰ آپ پر، آپ کی آل اولاد اور اصحاب پر ایسا دُرود و سلام بھیجے، جن کا پڑھنے والا روزِ قیامت نجات پائے گا۔

امابعد:

علمِ حدیث و فقہ، نہایت اعلیٰ علوم ہیں، جن کی قدر و منزلت بہت بلند و بالا ہے، کیونکہ انہی کی وجہ سے آدمی نفس سے متعلق مالہا وما علیہا جانتا ہے، اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، اُسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔ ہر سمجھ دار و ذہین شخص کے لیے تالیف کا مقصد نہایت اہم اور فائدہ عام ہوتا ہے۔ یہ رسالہ (نظم الدرر) منظرِ عام پر آیا، جس کا اعجاز واضح ہے، اس سے دل سیر اب ہوتے ہیں اور آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں، اس میں مختلف

تصریحات اور بکھرے موتیوں کو ایک جگہ جمع کیا گیا ہے، اور یہ مؤلّف کے فضل پر شاہد ہے۔ جب میں نے اس میں غور و فکر کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس کے مشمولات کو قبول کیے بغیر عقل کو کوئی چارہ نہیں۔ مؤلّف نے مجھ سے اس پر تقریظ لکھنے کو کہا اگرچہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، تاہم میرے لیے تقریظ لکھنے اور مؤلّف کی اطاعت کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا، میں نے حسبِ استطاعت زیادہ غور و فکر کیے بغیر یہ تقریظ لکھی ہے۔ میرا نہیں خیال کہ چاند کی روشنی اور اُس کی شعاعوں میں شک کیا جاتا ہے اور نہ سورج کی روشنی میں جب وہ بلند ہو چکا ہو۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کے ذریعے طالبانِ ہدایت کو نفع دے اور حیرت زدہ لوگوں کو ہدایت عطا کرے۔

كَتَبَهُ رَئِيْسُ الْمُدَرِّسِيْن، بِبَلَدِ اللهِ الأَمِيْن

جمال بن عبد اللہ شیخ عمر حنفی

اللہ تعالیٰ اس سے درگزر فرمائے۔ آمین!

(۱۷ر شوال المکرم، ۱۲۷۹ھ)

۲۔ تقریظِ جلیل

محدث، مفسر، محقق، ادیب، مدرس فی الحرم الشریف، احمد بن زین دحلان شافعی (رحمۃ اللہ علیہ)

تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے انوارِ دلیل سے علوم کی پیچیدگی کو حل کیا اور نفحاتِ قرآن سے اہلِ فہم و معارف کو مالا مال کیا، اور صلوٰۃ و سلام ہو ہمارے آقا و مولیٰ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جن کی تائید و نُصرت روشن معجزات اور شقِ قمر سے کی گئی، اور آپ کی آل واصحاب پر بھی جب تک آنکھ دیکھتی اور کان سُنتے رہیں۔

اما بعد:

مجھے اِس اعلیٰ رسالے اور عمدہ تحفے میں غور و فکر کرنے کا شرف ملا، میں نے دیکھا کہ مؤلّف نے اس میں زبردست نُصوص اور روشن دلائل جمع کر دیے ہیں اور معجزۂ شقِ قمر سے تمام شکوک و شبہات کو دور کر کے عوام و خواص کے لیے اس کو واضح کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے مؤلّف کو اکمل ثواب اور رحمت و رضوان عطا فرمائے اور عذاب سے محفوظ فرمائے، اور اللہ تعالیٰ ہی اس پر قادر اور دعا قبول کرنے کے لائق ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّم

خَادِمُ طَلَبَةِ الْعِلْمِ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَام

احمد بن زین دحلان

غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَلِوَالِدَيْهِ

۳۔ تقریظِ جلیل

محقق، مدقق، مدرّس فی المسجد النبوی شیخ محمد بن محمد عزب شافعی (رحمۃ اللہ علیہ)

تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے معجزات سے اپنے انبیاء کی تائید و نُصرت فرمائی، روشن براہین اور دلائلِ صادقہ سے اپنے برگزیدہ بندوں اور رسولوں کو سیدھی راہ پر چلایا، دُرود و سلام ہو ہمارے محبوب نبی آقا و مولیٰ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر کہ شقِ قمر کا معجزہ اُن کے حیرت انگیز معجزات میں سے ایک معجزہ اور علاماتِ نبوت میں سے ایک علامت ہے جس سے ہر مُلحد، اہلِ عناد اور منکر کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ دُرود و سلام ہو آپ کی آل واصحاب پر جو ہدایت و فلاح کے ستارے ہیں، اور آپ کے دین کے مددگاروں، پیروکاروں اور لشکروں پر بھی جب تک گردشِ صبح و شام باقی ہے۔

امابعد:

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان فرمایا کہ میں اس رسالہ پر مطلع ہوا اور اس کے عمدہ مواد میں غور و فکر کیا، میں نے دیکھا کہ اس کی تحقیق اور اس میں علوم و معارف کے خزانے، مؤلّف کے فضل کے گواہ ہیں، جو عالمِ جلیل و فاضلِ نبیل ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے خوبی ہے۔ اللہ تعالیٰ خاتم النبیین والمرسلین عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلامُ وَآلِھِمْ وَصَحْبِھِمْ أَجْمَعِیْن کے صدقے مؤلف کو بہترین و کامل جزا عطا فرمائے، ہمارا، اُن کا اور ہمارے مسلمان بھائیوں کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین۔

الفقیر الی اللہ تعالیٰ محمد بن العزب خادم العلم الشریف بالمسجد الشریف النبوی۔

(۸/ محرم الحرام، ۱۲۸۰ھ، مدینہ منورہ)

نَظْمُ الدُّرَر فِیْ سِلْكِ شَقِّ الْقَمَر

شق قمر کا معجزہ

بِسمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ:

یہ رسالہ بنام "نَظْمُ الدُّرَرِ فِیْ سِلْكِ شَقِّ الْقَمَر" ہے، جو اہل بصیرت کی آنکھوں کو جلا بخشنے والی "بصیرت" اور دو "نوری کرنوں" پر مشتمل ہے، وہ کرنیں مندرجہ ذیل ہیں:

اوّل کتاب و سنّت اور سیرت سے معجزۂ شقّ قمر کے دلائل پر مشتمل ہے۔
دوم اس معجزہ سے متعلق شکوک و شبہات کے ازالے پر مشتمل ہے۔

نیز اِس رسالہ میں منکرینِ شق قمر کا حکم بھی شامل ہے۔ میں نے یہ رسالہ خالقِ کائنات قادرِ مطلق کی بارگاہ میں ثواب پانے اور رسول اللہ ﷺ کی رضا چاہنے کے لیے لکھا ہے۔

خارقِ عادت اُمور کی اقسام:

خارقِ عادت یعنی خلافِ عادت واقع ہونے والی چیزوں کی سات اقسام ہیں:

۱۔ معجزہ: یہ عربی کے لفظ "عَجز" سے ماخوذ ہے، جو قدرت کی ضد ہے، اصل میں اس کا معنی عجز کا ثبوت ہے، پھر لفظ "معجزہ" کا استعمال اس چیز کے لیے ہونے لگا جو عجز کے اظہار کا سبب ہو۔ عرفِ شرع میں معجزہ کسی ایسی خارقِ عادت چیز کا نام ہے جو مدّعیِ نبوت سے اُس کے دعوے کی تصدیق کے لیے ظاہر ہوتی ہے، چاہے کسی غیر موجود کو موجود کرنے سے ہو یا کسی موجود کو معدوم کرنے سے، جیسے آگ کا (سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو) نہ جلانا۔

اگر کوئی نبی یہ کہے کہ میرا معجزہ یہ ہے کہ میں اس مُردے کو زندہ کروں گا، پھر اُسے زندہ کر دے اور وہ شخص اُس نبی کو جھٹلا کر کہے کہ "یہ جھوٹا ہے"، تو علما کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا یہ معجزہ ہے یا نہیں؟ اس میں صحیح قول یہ ہے کہ مُردے کو زندہ کرنا اُس کا معجزہ ہے جو اُس کے دعویٰ نبوت کی سچائی پر دلیل ہے، جہاں تک اس زندہ ہونے والے شخص کا اس نبی کو جھٹلانا ہے تو اس سے اُس کے معجزے میں کوئی فرق نہیں پڑے گا، کیونکہ اس شخص نے یہ بات اپنے اختیار سے کی ہے اور ہر انسان نبی کی تصدیق کرنے اور

اسے جھٹلانے میں بااختیار ہے۔ نیز صحیح قول کے مطابق اس بات میں بھی کوئی فرق نہیں کہ یہ زندہ ہونے والا شخص ایک عرصہ تک زندہ رہے یا جھٹلانے کے بعد فوراً مر جائے۔

ہاں اگر کوئی نبی یہ کہے کہ میرا معجزہ یہ ہے کہ یہ پتھر بولے گا، پس وہ پتھر کہے کہ یہ مدّعیِ نبوت جھوٹا ہے، تو پتھر کا یہ کہنا معجزہ نہیں کیونکہ یہ اُس کے دعویٔ نبوت کے سچا ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ یہی حکم تمام غیر ذوی العقول (یعنی عقل نہ رکھنے والی چیزوں) کے بارے میں ہے، اسی طرح "مواقف" [۳] وغیرہ کُتب میں ہے۔

کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ معجزہ ہونے میں یہ شرط ہے کہ خارقِ عادت چیز نبی کی قدرت میں نہ ہو، مثلاً وہ افعال جو قدرت میں ہوں جیسے ہوا میں اُڑنا اور پانی پر چلنا (وغیرہ)، وہ دعویٔ نبوت کے سچا ہونے کی دلیل نہیں ہوتے۔ صاحبِ "مواقف" فرماتے ہیں کہ یہ شرط باطل ہے کیونکہ نبی کا اُن افعال پر قدرت رکھنا جو عموماً دوسروں کے بس میں نہیں ہوتے، یہ ہی اُس کے دعویٔ نبوت کے سچا ہونے کی دلیل ہے [۴]۔

بعض علما کی رائے یہ ہے کہ معجزہ میں یہ ضروری ہے کہ وہ تحدّی سے متّصل ہو، پس اگر نبی سے کسی خارقِ عادت چیز کا ظہور اس کے بغیر ہو تو اُسے معجزہ نہیں کہیں گے۔

تحدّی کا معنی:

اُس چیز (یا کام) میں مخالفت (اور برابری کا دعوی) کرنا، جس کو نبی نے اپنے دعوے پر اِس لیے گواہ بنایا ہو تاکہ کفّار اُس کے مثل کرنے سے عاجز ہو جائیں، اسی طرح

---

[۳] "مواقف مع شرحہ"، قاضی عضد الدین عبد الرحمن ایجی متوفی ۷۵۶ھ، طبعہ اولیٰ ۱۴۱۹ھ-۱۹۹۸م، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ج۴، جزء۸، ص۲۴۸۔

[۴] "مواقف مع شرحہ"، ج۴، جزء۸، ص۲۴۷۔

کمال نے کہا ہے۔ پس اگر نبی تحدّی کے جواب میں یہ کہے کہ میرا معجزہ یہ ہے کہ فلاں چیز کل اِس طرح ہوگی، پھر وہ اُسی طرح ہو جس طرح نبی نے بتایا، تو ان بعض علما کی رائے یہ ہے کہ نبی کا معجزہ غیب کی یہ خبر دینا ہے نہ کہ وہ چیز جو خارقِ عادت ظاہر ہوئی، اسی طرح "شرح تہذیب الکلام" میں علامہ بنبانی[۵] نے کہا ہے۔ صاحبِ "مواقف" کہتے ہیں کہ حق بات یہ ہے کہ تحدّی کا متّصل ہونا شرط نہیں ہے۔[۶]

نصیر طوسی نے "تجرید"[۷] میں لکھا ہے: "معجزہ اپنے دعوے کے مطابق خارقِ عادت کام سے کسی خلافِ عادت چیز کو ثابت کرنے یا معمول کی چیز کی نفی کرنے کا نام ہے"۔ پس اس تعریف میں جو کمی ہے وہ اہلِ بصیرت پر مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر مخفی نہیں ہے:

پہلی وجہ: اس میں "خارقِ عادت" کے کلمات لغو ہیں، جن کا یہاں کوئی فائدہ نہیں، یہ کلمات یا تو قلم کی زیادتی یا پھر ناقلین کی تحریف کی وجہ سے واقع ہوئے ہیں۔

دوسری وجہ: یہاں یہ شرط لگانا کہ وہ خارقِ عادت چیز دعوئ نبوت کے مطابق ہو، حالانکہ انہوں نے خود ہی اِس عبارت کے ذرا بعد لکھا ہے کہ جو چیز نبی سے اعلانِ نبوت سے پہلے ظاہر ہو اور جو چیز مدعِی نبوت کے ہاتھ پر اُس کے دعوے کے جھوٹا ہونے کے لیے ظاہر ہو،

---

۵ یعنی: شیخ، عالم، محدث ابو یوسف یعقوب بنبانی لاہوری، متوفیٰ ۱۰۹۸ھ۔ (نزہۃ الخواطر، ۴/ ۲۸۵)۔

٦ "مواقف مع شرحہ"، قاضی عضد الدین عبد الرحمن ایجی متوفی ۷۵٦ھ، طبعہ اولیٰ ۱۴۱۹ھ-۱۹۹۸م، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ج ۴، جزء ۸، ص ۲۴۸۔

۷ کتاب کا نام "تجرید العقائد" ہے۔

وہ ”خارقِ عادت“ اور ”معجزہ“ ہوتی ہے اور یہ تو (اصل مدّعا کو ہی) ڈھانے والی بات ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ اُن کا اسے معجزہ شمار کرنا کسی دوسری اصطلاح کی بنا پر ہو یا پھر تغلیباً کہہ دیا ہو، جیسا کہ ”شرح مقاصد“ میں اِس کی صراحت کی اور کمال نے کہا کہ ارہاص اور کرامات، معجزات کی اقسام سے نہیں ہیں، جس نے بھی انہیں معجزات سے شمار کیا ہے تو وہ تشبیہ اور مجاز کی بنا پر کیا ہے نہ کہ حقیقت کی بنا پر، اھ (”شرح مواقف“ کا کلام ختم ہوا)۔[8]

۲۔ اِرہاص:

وہ خارقِ عادت چیز جو نبی سے اعلانِ نبوت سے پہلے ظاہر ہو، مثلاً اعلانِ نبوت سے پہلے مکہ مکرمہ میں پتھر کا آقا و مولیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ پر دُرود و سلام پڑھنا، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اِسے روایت کیا ہے۔

”اِرہاص“ اصل میں بنیاد کو پتھر وغیرہ سے مضبوط و پختہ کرنے کو کہتے ہیں۔ حلبی نے کہا کہ مثلاً کہا جاتا ہے ”أَرْهَصْتُ الْحَائِطَ إِذَا أَسَّسَ“ یعنی: جب کوئی دیوار کی مضبوط بنیاد رکھتا تو کہتا ”میں نے دیوار کو مضبوط کیا“[9]۔ یہ خارقِ عادت دراصل نبوت و رسالت کی بنیاد کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لیے ہوتی ہے۔

۳۔ کرامت:

وہ خارقِ عادت چیز جو اللہ کے ولی سے ظاہر ہوتی ہے اور وہ ولی باعتبار ایمان، تقویٰ، معرفت اور استقامت، درجۂ کمال پر فائز ہوتا ہے۔ علامہ تفتازانی کہتے ہیں کہ ولی وہ

---

۸ ”شرح مواقف“، سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفیٰ ۸۱۶ھ، ج۴، جزء۸، ص۲۴۸-۲۵۴، ملخصاً۔

۹ دیکھیے ”قاموس“ و ”لسان العرب“، مادۂ ”رھص“۔

ہے جو اپنی استطاعت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت رکھنے والا، نیکیوں کی پابندی کرنے والا، گناہوں سے بچنے والا اور نفسانی لذّات و شہوات سے اعراض کرنے والا ہوتا ہے۔[۱]

شریعت میں یہ بات مسلّم ہے کہ کوئی بھی ولی اگرچہ ولایت کے کتنے ہی اعلیٰ درجے پر فائز ہو، کسی نبی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ "فتوحاتِ مکیہ" میں فرماتے ہیں کہ کرامت کی دو قسمیں ہیں: ۱: حسّی اور ۲: معنوی۔ عوام النّاس صرف کرامتِ حسّی کو جانتے ہیں مثلاً جیسے مستقبل میں ہونے والی باتوں کی خبر دینا، پانی پر چلنا، ہوا میں اُڑنا اور طویل مسافت کو (چند لمحوں میں) طے کرنا وغیرہ۔

رہا کرامتِ معنوی کا معاملہ تو اسے اللہ تعالیٰ کے بندوں میں صرف خواص ہی جانتے ہیں، مثلاً جیسے آدابِ شریعت کی حفاظت کرنا یعنی انہیں ملحوظ رکھنا، عمدہ اخلاق پر عمل کی توفیق ملنا، مطلوبہ اوقات میں ادائیگیِ واجبات کی نگہبانی کرنا، نیکی کے کاموں میں جلدی کرنا، باطنی امراض مثلِ حسد، بغض اور بخل وغیرہ جیسی بُری صفات سے دل کا پاک ہونا اور اللہ تعالیٰ کے حقوق کی رعایت کرنا وغیرہ اُمور۔ مکرّم بندوں کے نزدیک صرف کراماتِ معنویہ ہی معتبر ہیں۔

شیخِ طریقت ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ سے طویل مسافت کو (چند لمحوں میں) طے کرنے سے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: (کرامت کے لیے) اس کا کوئی اعتبار نہیں، کیونکہ ابلیس لعین مردود ہونے کے باوجود ایک لمحے میں مشرق سے مغرب کا سفر طے کرلیتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے

---

[۱] "شرح العقائد النسفیہ"، علامہ سعد الدین تفتازانی، قدیمی کُتب خانہ، ص۱۴۵-۱۴۶۔

ہوامیں اُڑنے سے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: پرندے بھی ہوامیں اُڑتے ہیں، لہٰذا اُس کام کو انسان کی کرامت کیسے شمار کیا جا سکتا ہے جو انسان اور پرندوں کے درمیان مشترک ہو، باوجود یہ کہ انسان مخلوق میں زیادہ عزت والا ہے۔ ابو علی جوز جانی نے فرمایا: استقامت کے طلب گار بنو نہ کہ کرامت کے طلب گار، کیونکہ تیرا نفس کرامت کے لیے کوشاں ہے جبکہ تیرا رب تجھ میں استقامت چاہتا ہے۔ اسی طرح ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے "شرح فقہِ اکبر" میں کہا ہے[۱۱]۔

چند علماء اس جانب مائل ہوئے ہیں کہ کرامت کی شرط یہ ہے کہ وہ اتفاقاً ولی کے ارادے و اختیار کے بغیر صادر ہو، اِسی طرح "مواقف" میں ہے۔ جبکہ حق بات یہ ہے کہ کرامت کا ظہور، ولی کے ارادے و بغیر ارادے، دونوں طرح ممکن ہے، اِسی طرح شیخِ محقق عبد الحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "شرح مشکوٰۃ"[۱۲] میں کہا ہے۔

امام قشیری اور ابن سبکی وغیرہ کہتے ہیں کہ کرامت کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ معجزہ کی قسم سے ہو، مثلاً کم کھانے کو زیادہ کر دینا، مُردے کو زندہ کرنا، چاند کو چیر دینا اور انگلیوں سے پانی جاری کر دینا وغیرہ۔ جبکہ حق بات یہ ہے کہ اولیاء کے لیے کرامت کا ظہور، از قسمِ معجزہ و غیر معجزہ دونوں طرح ممکن ہے۔ اسی طرح قاضی ابو زید نے کہا ہے۔

---

[۱۱] "منح الروض الازھر فی شرح الفقہ الاکبر"، علامہ علی بن سلطان محمد قاری حنفی متوفی ۱۰۱۵ھ، قدیمی کُتب خانہ کراچی، ص۷۹۔

[۱۲] "اشعۃ اللمعات"، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، (مترجم) محمد عبد الحکیم قادری و مولانا مفتی محمد خان قادری، فرید بک سٹال لاہور، کرامات کا بیان، ج۷، ص۳۳۰۔

علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ[۱۳] نے یہ افادہ بیان کیا کہ امام الحرمین نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک پسندیدہ قول یہ ہے کہ تمام خارقِ عادت چیزوں کا ظہور بصورت کرامات ہونا جائز ہے۔ ہاں بعض اوقات کچھ معجزات میں کوئی نصِ قطعی ہوتی ہے کہ اس کی مثل کوئی نہیں لا سکتا جیسے قرآن کریم[۱۴]۔

"درِ مختار" میں "شرح وہبانیہ" سے منقول ہے کہ وَإِثْبَاتُهَا فِي كُلِّ مَا كَانَ خَارِقًا عَنْ النَّسَفِيِّ النَّجْمِ يُرْوَى وَيَنْصُرُ[۱۵] یعنی: امام نجم الدین نسفی سے منقول ہے کہ ولی سے خارقِ عادت چیز کا صادر ہونا ثابت ہے، اور امام محمد کی نص سے اس کی تائید ہوتی ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ ہم کراماتِ اولیاء پر یقین رکھتے ہیں۔

بعض شیعہ کا رجحان اِس طرف ہے کہ کرامت کا ظہور صرف اثنا عشری اماموں کے ساتھ خاص ہے (رِضْوَانُ اللهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِيْن)، تم سے پوشیدہ نہ رہے کہ اِس خصوصیت والے موقف پر اُن کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ امام رازی "اربعین" میں فرماتے ہیں: جمہور معتزلہ کراماتِ اولیاء کے منکر ہیں، نیز ہم میں سے استاد ابو اسحٰق اسفرائی اِس موقف میں اُن کے موافق ہیں۔ جبکہ جمہور اہلِ سنّت کراماتِ اولیاء کے قائل ہیں اور اِس موقف

---

[۱۳] "شرح العقائد النسفیہ"، علامہ سعد الدین تفتازانی، قدیمی کُتب خانہ، ص۱۴۶۔

[۱۴] مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "حق یہ ہے کہ جو چیز نبی کا معجزہ بن سکتی ہے وہ ولی کی کرامت بن سکتی ہے سواءِ اُس معجزے کے جو دلیلِ نبوت ہو جیسے وحی اور آیاتِ قرآنیہ"۔

(مرآۃ المناجیح، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، جلد۶، ص۲۴۶)

[۱۵] درِ مختار، کتاب الطلاق، فصل فی ثبوت النسب، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ج۵، ص۲۵۳۔

میں اِن کے موافق معتزلہ سے ابو الحسین بصری ہے، اسی طرح سید شریف جرجانی نے "شرح مواقف"[۱٦] میں کہا ہے۔ جمہور معتزلہ کی دلیل یہ ہے کہ اگر کرامت کا ظہور ولی سے جائز ہو تو اسے نبی کے معجزہ سے ممتاز نہیں کیا جاسکے گا، پس معجزہ کیسے دعوئ نبوت کی سچائی کی دلیل بنے گا!۔

ہم کہتے ہیں کہ ولی کی کرامت، معجزے سے اِس طرح ممتاز ہوتی ہے کہ اُس میں (ولی کا) دعوئ نبوت نہیں ہوتا۔ ایک قول یہ ہے کہ ولی کی کرامت، نبی کا معجزہ ہی ہوتی ہے کیونکہ یہ نبی کی نبوّت ورسالت کی سچائی پر دلیل ہوتی ہے۔

کرامت پر قرآن سے دلیل:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا﴾[۱۷]

ترجمہ: "جب زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے، اس کے پاس نیا رزق پاتے"۔ یعنی: سردیوں میں گرمی کے پھل اور گرمیوں میں سردی کے پھل۔

کُتبِ حدیث وسیرت میں صحابہ کرام اور تابعین وغیرہم رضی اللہ عنہم سے بہت سی خارقِ عادات چیزیں منقول ہیں، جن سب میں قدرِ مشترک، حدِ تواتر تک پہنچتی ہے، جس سے کسی آنکھ والے کے لیے انکار کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ علامہ ملا علی قاری "شرح فقہِ

---

۱٦ "شرح مواقف"، ج۴، جزء۸، ص ۲٦۳۔

۱۷ آلِ عمران:۳/۳۷۔

اکبر" [۱۸] میں فرماتے ہیں: اولیاء اللہ کی کرامات حق ہیں، یعنی قرآن اور سُنّت سے ثابت ہیں، ان کے انکار میں معتزلہ اور اہلِ بدعت کی مخالفت کا اعتبار نہیں۔

خصوصاً وہ بے شمار کرامات جو شیخ المشائخ، قطب الاقطاب، غوث الثقلین سیدی مرشدی شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے تواتر کے ساتھ ظاہر ہوئی ہیں۔ علماء کرام نے اِن کرامتوں کے ذِکر سے اپنی کُتب کو بھر دیا ہے۔ سیدنا امام عبد اللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ "مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان" میں فرماتے ہیں کہ مجھے اکابر ائمہ کرام نے بتایا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی کرامات تواتر یا حدِ تواتر کو پہنچتی ہیں۔ نیز یہ بات متفقہ ہے کہ آپ کی کرامات کے مثل دنیا میں کسی اور شیخ کی اتنی کرامات ظاہر نہ ہوئیں۔ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شیخ عبد القادر جیلانی، طریقت کے بادشاہ تھے، اللہ تعالیٰ کی عطا سے موجودات میں تصرف کرنے والے تھے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو ہمیشہ اظہارِ کرامت اور تصرف کا اختیار رہا۔ اسی طرح "اخبار الاخیار" میں ہے۔ [۱۹]

تنبیہ:

شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں علماء دو گروہوں میں منقسم ہیں، ایک گروہ آپ کی ولایت کا منکر اور آپ کو گمراہ سمجھتا ہے، جن میں شیخ الاسلام تقی الدین علی ابن سبکی، محدث زین الدین عراقی، محدث ابو ذُرعہ احمد اور شیخ الاسلام سراج الدین

---

۱۸ "منح الروض الازھر"، علی بن سلطان محمد قاری حنفی متوفی ۱۰۱۵ھ، قدیمی کُتب خانہ کراچی، ص۷۹۔

۱۹ اخبار الاخیار، شیخ محدث عبد الحق دہلوی، (مترجم) محمد منیر رضا قادری، شبیر برادرز لاہور، ص ۵۲۔ دیکھیے "اشعۃ اللمعات"، شیخ عبد الحق محدث دہلوی (مترجم)، ج ۷، ص۳۲۹-۳۳۰۔

بلقینی شامل ہیں، بلکہ بعض نے اُنہیں کافر و ملحد بھی کہا ہے۔ اس کا سبب آپ کی تصانیف میں وادر کچھ عبارات ہیں[۲۰]۔

دوسرا گروہ آپ کی اُن عبارات کی تاویل کرتا ہے اور آپ کی ولایت کا قائل ہے۔ شیخ مجد الدین فیروز آبادی صاحبِ "قاموس" نے آپ کی تعریف کی ہے اور فرمایا ہے کہ آپ کی کُتب کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ جو پابندی سے اِن کا مطالعہ کرے اُس کا سینہ مشکل عقدے حل کرنے کے لیے کشادہ ہو جاتا ہے۔

شیخ عارف باللہ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "تَنْبِیْہُ الْاَغْبِیَاء"[۲۱] میں آپ کی تعریف کی ہے۔ محدث امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "تَنْبِیْہُ الْغَبِیِّ بِتَبْرِیَۃِ ابْنِ عَرَبِی" میں فرمایا ہے کہ تم اُن کی ولایت کا اعتقاد رکھو اور اُن کی کُتب میں نظر کرنا (پڑھنا) حرام سمجھو، کیونکہ ان سے منقول ہے کہ ہم وہ لوگ ہیں کہ ہماری

---

[۲۰] امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہوں یا شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ یا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ان حضرات پر جن علماءِ اعلام نے انکار یا اعتراض کیا، تو وہ بوجہ خطا فی الفہم کے ہے اور ان کا ادراک اُن اکابر محبوبانِ خدا کے مدارکِ عالیہ تک نہ پہنچ سکا نیز ان کے اعتراض کا منشا، نفسانیت بھی نہ تھا۔ لہٰذا معترض معذور اور اعتراض باطل اور جن پر اعتراض کیا گیا اُن سب کی شان بلند و بالا ہی رہی۔ بالجملہ ہم اہلِ حق کے نزدیک یہی روشِ آداب ہے کہ بحمد اللہ تعالیٰ ہم اہلِ توسط و اعتدال کو ہر جگہ ملحوظ رہتی ہے۔ (ملخصًا از "فتاویٰ رضویہ"، ج۱۰، ص۲۰۱)۔

[۲۱] پورا نام "تَنْبِیْہُ الْاَغْبِیَاء عَلٰی قَطْرَۃٍ مِّنْ بَّحْرِ عُلُوْمِ الْاَوْلِیَاء" ہے۔

کتابوں میں نظر کرنا حرام ہے"۔[۲۲] علامہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا ذکر اپنی کتاب

---

۲۲ "جد الممتار"، ج۴، ص۴۱۴-۴۱۶ (مطبوعہ المدینۃ العلمیہ، کراچی) میں ہے: "امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اُنکی ولایت کا اعتقاد رکھنا اور اُن کی کُتب میں نظر کرنا حرام":

امام احمد رضا خان حنفی رحمۃ اللہ علیہ اِس کے تحت فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"الیواقیت والجواہر" میں ہے کہ علامہ مجد الدین فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اس قول کے بالکل مخالف ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق جو شخص شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی کُتب میں نظر کرنا حرام کہتا ہے تو یہ بغض وعناد اور تعصّب کی بنا پر ہے بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تو ایسے شخص پر حکمِ کفر تک لگایا ہے۔

(امام احمد رضا حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ) میری رائے یہ ہے کہ شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی کُتب پڑھنے والے کی چند اقسام ہیں، جن میں سے کچھ کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کُتب میں نظر کرنا جائز جبکہ کچھ کے لیے ناجائز ہے، ان کی تفصیل کچھ یوں ہے:

۱۔ وہ کامل شخص جو دونوں گروہوں یعنی جو ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے موافق یا مخالف ہیں، اُن کے بارے میں معلومات رکھتا ہے، صوفیاء کرام کی اصطلاحات جاننے والا ہے، اپنی قوتِ ادراک سے صحیح اور ردی، خالص اور ملاوٹ والے قول میں امتیاز کرنے والا ہے۔

حکم: ایسے شخص کے لیے شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی کُتب میں نظر کرنا بالکل جائز ہے، کیونکہ اس کے حق میں یہ نفع بخش اور خیر ہے جس میں کوئی نقصان نہیں۔

۲۔ وہ شخص جو مذکورہ بالا صفات کا حامل تو نہیں، مگر شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت پر پختہ اعتقاد رکھنے والا ہے کہ اسے وہم وگمان پریشان نہیں کر سکیں گے۔ نیز یہ شخص عقائدِ اسلامیہ اور تصدیقاتِ ایمانیہ کے لحاظ سے مضبوط بھی ہے کہ کوئی اسے اِن سے پھیر نہیں سکتا۔

حکم: ایسے شخص کے لیے بھی شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی کُتب میں نظر کرنا اور اُن سے استفادہ کرنا منع نہیں، کیونکہ جب بھی اُسے کوئی چیز اپنے گمان کے مطابق خلافِ شریعت نظر آئے گی، تو اُس کی ایمانی قوت اُسے

=

"اَلرَّدُّ الْمَتِيْن عَلٰی مُنْتَقِصِ الْعَارِفِ مُحِيِّ الدِّيْن" میں کیا ہے۔

=

ظاہری معنی مراد لینے سے محفوظ رکھے گی اور وہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اُس بات کو منسوب نہیں کرے گا، بلکہ یہ یقین کرلے گا کہ یا تو الحاقات میں سے ہے یا آیات واحادیثِ متشابہات کی طرح ہے، لہٰذا اُن عبارات میں مضمر علوم وفوائد سے فائدہ اُٹھائے گا اور اسے کوئی نقصان بھی نہ ہوگا۔

۳۔ وہ شخص جو نہ تو مذکورہ بالا صفات کا حامل ہے اور نہ شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت پر پختہ اعتقاد رکھنے والا۔

حکم: ایسے شخص کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کُتب میں نظر کرنا جائز نہیں، کیونکہ اگر اُن میں اسے کچھ مخالفِ شریعت ملا، چاہے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی کُتب میں الحاق کیا گیا ہو، یا اسی کی کم علمی اور اصطلاحاتِ صوفیاء سے جہالت کی بنا پر مخالف معلوم ہوتا ہو، تو چونکہ یہ شخص خود بھی حضرت کی ولایت پر پختہ اعتقاد رکھنے والا نہیں، اسی لیے شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں طعن وتشنیع کرے گا اور خود کو ہلاکت میں ڈالے گا اس لیے کہ حدیثِ قدسی میں ہے: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ "جس نے میرے ولی سے دشمنی کی تو مَیں اُس سے اعلانِ جنگ کرتا ہوں"۔

۴۔ وہ شخص جو نہ تو مذکورہ بالا اشخاص کی صفات رکھنے والا ہے اور نہ عقائدِ اسلامیہ اور تصدیقاتِ ایمانیہ کے لحاظ سے مضبوط ہے۔

حکم: ایسے شخص کے لیے بھی شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی کُتب میں نظر کرنا جائز نہیں کیونکہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پختہ اعتقاد نہ رکھنے کے ساتھ ساتھ یہ شخص عقائدِ حقّہ میں ضعیف الاعتقاد بھی ہے، لہٰذا یہ کبھی کسی الحاق شُدہ کی پیروی کرے گا یا کبھی اپنی جہالت کی بنا پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اُس کلام کو سمجھنے کی کوشش کرے گا جسے علماء بھی سمجھنے سے قاصر ہیں چہ جائیکہ کہ بے علم عوام، لہٰذا راہِ راست سے پھسل کر گمراہ ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

آپ کے معتقدین میں بحر العلوم مولانا عبد العلی انصاری قبطی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ[۲۳] بھی ہیں، آپ نے اپنی کُتب میں شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کی ہے اور انہیں "خَلِیْفَۃُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِیْن" (یعنی زمین میں اللہ کا خلیفہ ہونے) کا لقب دیا ہے۔

۴۔ جادو (سحر):

یہ جان لینا ضروری ہے کہ جادو، خارقِ عادت چیز نہیں ہے، کیونکہ جادو کرنے والا اسے کچھ اسباب کی مدد سے ظاہر کرتا ہے اور ہر وہ چیز جس کا ظہور اسبابِ عادیہ کے ذریعے سے ہو وہ خارقِ عادت نہیں ہوتی۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر مریض کو شفا دعا سے ملے ہو تو کرامت ہو گی اور اگر طبّی دواؤں کے استعمال سے ہو تو کرامت نہیں ہو گی۔ بعض نے جادو کو ظاہر کے اعتبار سے "خارقِ عادت" میں شمار کیا ہے۔ اسی طرح شیخ عبد الحق مُحدّث دہلوی نے "شرح مشکوٰۃ"[۲۴] میں ذِکر کیا ہے۔

کرامت اور جادو میں فرق:

۱۔ کرامت میں کسی قسم کا کچھ سیکھنا، سکھانا اور کسی کی شاگردی اختیار کرنا نہیں ہوتا بلکہ وہ تو ایک وہبی (اللہ کی عطا کردہ) چیز ہے بر خلاف جادو کے (کہ اسے سیکھا، سکھایا جاتا ہے اور شاگردی اختیار کی جاتی ہے)۔

---

۲۳ آپ رحمۃ اللہ علیہ نسباً قبطی، وطناً لکھنوی جبکہ مدراس میں مدفون ہیں۔ "قبطی" کی نسبت میرے جدِ امجد مولانا شیخ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے ہے، آپ سند الکاملین، استاذ الفضلاء، محقق اور مدقّق تھے، آپ نے شہادت پائی ۱۲ منہ

۲۴ "اَشعۃ اللمعات"، شیخ عبد الحق محدث دہلوی (مترجم)، معجزات کا بیان، ج ۷، ص ۲۵۲۔

۲۔ کرامت کا ظہور، اسباب اور مخصوص اعمال کا محتاج نہیں ہوتا بر خلاف جادو کے (کہ یہ مخصوص اسباب واعمال، مثلاً جنتر منتر وغیرہ پڑھنے سے ہوتا ہے)۔

۳۔ کرامت کے ظہور میں اضافہ، ولی کی ظاہری وباطنی پاکی اور نظافت میں اِضافے کے حساب سے ہوتا ہے بر خلاف جادو کے، کیونکہ جادو کے اثر میں اضافہ، جادوگر کے نفس کی غلاظت، شیاطین اور سرکش جنات کی معیت میں اِضافے کے حساب سے ہوتا ہے۔ اسی طرح مُحدّث بنبانی نے کہا ہے۔

تنبیہ:

جادو بالاجماع حرام ہے، جو اِس کے جواز کا اعتقاد رکھے اُس کی تکفیر کی جائے گی۔ رہا اس کا سیکھنا اور سکھانا تو صحیح قول کے مطابق وہ بھی حرام ہے۔ ایک قول مکروہ کا ہے جبکہ ایک قول مباح (جواز) کا بھی ہے، اِسی طرح ملاّ علی قاری نے "شرح فقہِ اکبر" میں "روضہ" سے نقل کیا ہے[۲۵]۔ علامہ تفتازانی نے "شرح کشاف" میں لکھا ہے کہ اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ جادو کرنا (کروانا) کفر ہے۔

۵۔ معونت:

وہ خارقِ عادت چیز جو عام مؤمنین سے ظاہر ہوتی ہے، اس طرح کہ وہ لوگ غم اور ناپسندیدہ چیزوں سے محفوظ رہتے ہیں، اسی طرح "حاشیہ خیالی" میں ہے۔ "مدارج

---

۲۵ "منح الروض الازھر"، علامہ علی بن سلطان محمد قاری حنفی متوفی ۱۰۱۵ھ، ص ۱۴۵-۱۴۶۔

النبوت" میں اس تعریف میں یہ اضافہ کیا گیا ہے کہ وہ مؤمنین اہلِ خیر وصلاح ہوں۔[۲۶]

٦۔ استدراج:

وہ خارقِ عادت چیز جو کافر، فاسق مؤمن یا بدعتی (گمراہ) سے ظاہر ہوتی ہے۔ بعض نے اس کی تخصیص اُن لوگوں سے کی ہے جو اُلوہیت کا دعوی کرتے ہیں۔ "قاموس" میں ہے: اِسْتَدْرَجَهُ: خَدَعَهُ، وَاسْتِدْرَاجُ اللهِ تَعَالٰى الْعَبْدَ اَنَّهُ كُلَّمَا جَدَّدَ خَطِيْئَةً جَدَّدَ لَهُ نِعْمَةً وَأَنْسَاهُ الْاِسْتِغْفَارَ وَأَنْ يَّأْخُذَهُ قَلِيْلًا قَلِيْلًا۔[۲۷]

یعنی: اِستدراج کا معنی ہے دھوکہ دینا۔ جب یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال ہو تو معنی یہ ہوتا ہے کہ بندہ جب جب کوئی خطا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے ایک نئی نعمت عطا کرتا ہے اور اُسے بخشش طلب کرنا بھلا دیتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ اُس کی گرفت فرماتا ہے۔

اس طرح کی خارقِ عادت چیز کا ظہور، آدمی کی درجہ بدرجہ گمراہی میں زیادتی کا باعث بنتا ہے جیسا کہ مسیحِ دجّال کے بارے میں منقول ہے کہ وہ ایک شخص کو قتل کرے گا پھر اُسے دوبارہ زندہ کرے گا۔

منقول ہے کہ دریائے نیل فرعون کے حکم کے تابع تھا اور اُس کے حکم کے مطابق جاری ہوتا تھا، اُس کی عمر تقریباً چار سو سال تھی اور کبھی اُس کے باورچی خانہ میں ایک پیالہ وغیرہ بھی نہ ٹوٹا۔

---

۲۶ "مدارج النبوت"، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، (مترجم) علامہ مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ، جولائی، ۲۰۰۴م، شبیر برادرز لاہور، باب ششم، ج۱، ص۲۳۹۔

۲۷ ملاحظہ ہو "قاموس" وغیرہ مادہ "درج"۔

تنبیہ: کچھ وجوہات کی بنا پر فرعون کا حال ابلیس سے بھی زیادہ بدتر ہے:

ا۔ فرعون نسل آدم علیہ السلام سے تھا، اس بزرگی کے باوجود اُس نے سرکشی کی اور اُلوہیّت وربوبیّت کا دعویٰ کیا، ابلیس جنات میں سے ہے اور جنات سے گُناہ و سرکشی کا صدور کچھ بعید نہیں ہے۔

۲۔ ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا، انہیں اپنے آپ سے حقیر جانا اور بولا: "میں اِس سے بہتر ہوں" جبکہ فرعون نے ربوبیّت کا دعویٰ کیا اور اپنے آپ کو معبودِ حقیقی سے بھی بڑا جانا۔

۳۔ ابلیس، لوگوں کو اس لیے بہکاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کریں، انہیں یہ حکم نہیں دیتا ہے کہ وہ لوگ اِس (ابلیس) کی عبادت کریں کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میں عبادت کا مستحق نہیں ہوں، معبودِ حقیقی تو کوئی اور ذات ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ منقول ہے کہ ابلیس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں آیا تاکہ اللہ تعالیٰ کے حضور آپ علیہ السلام کی سفارش سے اُس کی توبہ مقبول ہو جائے۔ رہا فرعون تو وہ کہتا تھا: "میں ہی تمہارا بڑا رب ہوں"، اسی طرح ملاّ علی قاری نے "شرح فقہِ اکبر" میں کہا ہے۔[۲۸]

جہاں تک اِس بات کا تعلق ہے کہ شیخ محی الدّین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ ایمانِ فرعون کے قائل تھے، اُن کے مطابق فرعون غرق ہوتے وقت ایمان لے آیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی روح طاہر مطہر قبض کی تھی، جس میں کسی قسم کی گندی (کفر و شرک) نہ تھی، اور اسلام تو پہلے کے اعمال کو ختم کر دیتا ہے، تو (بظاہر) ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے کلام مجید کی آیات کی تفسیر میں یہی معانی بیان کیے ہیں، جیسا کہ آپ کی "فصوص الحکم" پڑھنے والے قاری پر یہ بات

---

۲۸ "منح الروض الازھر"، علامہ علی بن سلطان محمد قاری حنفی متوفی ۱۰۱۵ھ، ص ۸۲، ملخصًا۔

پوشیدہ نہیں ہے۔ آپ "فص موسوی" میں فرماتے ہیں: "یہی وہ ظاہر چیز ہے جو قرآن میں آئی ہے۔ پھر ہم اس (ایمانِ فرعون والی) بات کے بعد بھی یہی کہتے ہیں کہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، اس لیے کہ عام لوگوں کے دلوں میں اُس کی شقاوت قرار پاچکی ہے حالانکہ ان لوگوں کے پاس اس بارے میں کوئی چیز استدلال کے قابل نہیں ہے" اھ۔ اس مراد کی وضاحت شارحین نے اپنی شروحات میں کردی ہے لہٰذا تم اُن کی طرف رجوع کرو۔[۲۹]

سَنَدُ الاَولیاء مخدوم سید محمد اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی شہاب الدین دولت آبادی جونپوری کو ایک خط لکھا، جس میں فرمایا: تمہیں اس بات کو تسلیم کرنے کا حکم ہے کہ جو کچھ اس کتاب (فصوص الحکم) میں ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہے اور جسے حکم دیا گیا وہ معذور ہے۔ (کلام ختم ہوا۔) تم اُس معاملہ کے بارے میں ہر گز شک کا شکار نہ ہونا جس پر جمہور علما ہیں۔

۷۔ اِہانت:

وہ خارقِ عادت چیز جو کسی مدعِیِ نبوّت سے اُس کے دعوے کے جھوٹا ہونے کے لیے ظاہر ہو۔ یعنی یہ ضروری ہے کہ خارقِ عادت چیز اس کے دعوے کے خلاف ظاہر ہو، مثلاً مروی ہے کہ مسیلمہ کذاب نے جب نبوت کا دعوی کیا، تو لوگوں نے اُس سے کہا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کانے شخص کے لیے دعا فرمائی تو اس کی آنکھ درست ہوگئی تھی،

---

۲۹ امام احمد رضا خان حنفی رحمۃ اللہ علیہ "جد الممتار" ج۴، ص۴۱۴-۴۱۶ (مطبوعہ المدینۃ العلمیۃ، کراچی) میں فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی ان آنکھوں سے شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی "فتوحات مکیہ" میں دیکھا ہے کہ فرعون ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ ("فتوحاتِ مکیہ، باب ۶۲، ج۱، ص۶۷۵")۔

چنانچہ مسیلمہ کذّاب نے بھی ایک کانے شخص کے لیے دعا کی، تو اُس کی درست آنکھ بھی چلی گئی اور وہ اندھا ہو گیا۔ اسی طرح علی قوشجی نے ”شرح تجرید“ میں کہا ہے۔

اگر تم یہ کہو کہ جھوٹے نبی کے ارادے کے مطابق خارقِ عادت چیز کا ظہور کیوں ممکن نہیں حالانکہ جھوٹا خدائی دعوی کرنے والے کے ارادے کے مطابق خارقِ عادت چیز کا ظہور ممکن ہے؟

میں کہتا ہوں: اگر جھوٹے نبی کے ارادے کے مطابق خارقِ عادت چیز کا ظہور ممکن ہو تو پھر سچے نبی کی معرفت کا دروازہ بند ہو جائے گا[۳۰]، اس کے بر خلاف خُدائی دعویٰ

---

[۳۰] **اشکال:** یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ کانا دجال پہلے نبوت کا دعویٰ کرے گا پھر اُلوہیّت یعنی خُدائی کا دعویٰ، لیکن خارقِ عادت کام اُس کی مرضی کے مطابق اور موافق ہونگے۔ تو دجال کا معاملہ بظاہر مذکورہ بات کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔

جواب: اس سلسلے میں مندرجہ ذیل جوابات دیے جاسکتے ہیں اور یہ سب بدیہی ہیں:

۱۔ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اُن تمام عیوب ونقائص سے پاک وصاف ہوتے ہیں جو باعثِ نفرت وعار ہوں، مثلاً کانا، بہرا ہونا وغیرہ، جبکہ دجال ”کانا“ ہو گا اور یہ عیب ونقص خلافِ نبوّت واُلوہیّت ہے۔

۲۔ یہ بات اُن تمام جھوٹے نبیوں کے بارے میں ہے جو دجال سے پہلے دعویٔ نبوت کریں گے، کیونکہ دجال کے بعد کوئی بھی دعویٔ نبوت نہیں کرے گا اس لیے یہ جھوٹا دعویٰ کرنے میں آخری ہو گا، لہٰذا تمام مؤمنین کو اس کا جھوٹا ہونا بھی معلوم ہو گا، جیسا کہ احادیث شریفہ اس پر ناطق ہیں۔

۳۔ عموماً کسی جھوٹے نبی کے بارے میں خاص اس طرح مروی نہیں کہ وہ فلاں جگہ سے نکلے گا اور اپنا فلاں فلاں فتنہ پھیلائے گا اور فلاں فلاں جگہ نہیں جاسکے گا، سوائے دجال کے کہ رسول اللہ ﷺ نے اُس کے بارے میں سب مؤمنوں کو بتادیا ہے۔

=

کرنے والے کے ارادے کے مطابق خارقِ عادت چیز کا ظہور ممکن ہونے سے سچے معبودِ حقیقی کی معرفت کا دروازہ بند ہونا لازم نہ ہو گا، کیونکہ ہر عاقل جانتا ہے کہ حادث (یعنی جو پہلے نہ تھا اب ہوا وہ) عبادت واُلوہیّت کا مستحق ہر گز نہیں ہوتا۔

پہلی نوری کرن

شقِ قمر کے دلائل:

شقِ قمر کا معجزہ ہجرت نبوی سے پہلے واقع ہوا تھا۔ یہ معجزہ، رسول اللہ ﷺ کے معجزات میں سب سے زیادہ روشن اور واضح ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے عالمِ بالا میں تصرّف فرمایا تھا۔ گزشتہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں کسی سے ایسے معجزے کا ظہور نہ ہوا، اُن سب کے معجزات اجسامِ ارضیہ سے متعلق تھے۔ شقِ قمر سے متعلق حدیث بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت کی ہے جن میں امیر المؤمنین علی مرتضیٰ، ابن عباس، ابن

=

۴۔ دجال جو کچھ بھی دکھائے گا وہ استدراج اور شعبدہ بازی ہو گی اور استدراج کا ہونا فاسق وفاجر بلکہ کافر کے لیے بھی ممکن ہے چہ جائے کہ دجال، جیسا کہ "استدراج" کی تعریف میں گزرا۔

۵۔ جتنے جھوٹے نبی ہوئے کسی کی آنکھوں کے درمیان "ک ف ر" یعنی "کافر" لکھا دکھائی نہ دیتا تھا، جبکہ دجال کی آنکھوں کے درمیان مؤمنوں کو نورِ ایمان کی بدولت یہ لکھا ہوا صاف دکھائی دے گا۔

۶۔ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ "خارقِ عادت" چیز کا ظہور اُس کے خدائی دعوے کے بعد ہو گا نہ کہ دعویٰ نبوت کے بعد، کیونکہ کہ خدائی دعویٰ کرنے والے کے ہاتھ پر خارقِ عادت چیز کا ظہور ممکن ہے، کما تقدم۔

۷۔ حق یہ ہے کہ اس کے دعوے کے خلاف بھی ہو گا جب وہ ایک شخص کو جان سے مارنا چاہے گا تو مار نہ سکے گا، جس سے اُس کی تذلیل ہو گی، جیسا کہ حدیث میں مروی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (مترجم غفرلہ)

عمر، ابن مسعود، جُبیر بن مطعم، حذیفہ بن یمان اور انس بن مالک وغیرہ صحابہ کرام شامل ہیں، رضی اللہ عنہم۔ اسی طرح اس حدیث کو بہت سے تابعین نے صحابہ کرام سے اور تبع تابعین نے تابعین سے روایت کیا۔ یہ سلسلۂ روایت اِسی طرح چلتا رہا یہاں تک کہ ہم تک یہ روایت پہنچی، ابن عبد البر نے اِسی طرح ذکر کیا ہے۔

امام رازی ''تفسیرِ کبیر'' میں فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ شقِ قمر کی حدیث بہت مشہور ہے۔ علامہ آفندی نے ''شرح شفا'' میں فرمایا کہ شقِ قمر کی حدیث گویا متواتر حدیث کی طرح ہے۔ جمیع اہلِ سُنّت کا اجماع ہے کہ یہ معجزہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں واقع ہوا۔ علامہ تاج الدین ابو نصر عبد الوہاب سبکی نے ''شرح مختصر ابن حاجب'' میں فرمایا کہ میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ واقعۂ شقِ قمر تواتر سے ثابت ہے۔ قرآن کریم میں بھی اس پر نص وارد ہوئی ہے، اسی طرح ''مواہبِ لدنیہ''[۱۳] میں منقول ہے۔

واقعہ کی تفصیل:

ابو جہل بن ہشام، ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، عاص بن ہشام، اسود بن عبد یغوث، اسود بن مطلب وغیرہ کُفّارِ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ اگر آپ دعویٔ نبوّت میں سچے ہیں، تو ہمیں چاند شق کر کے دکھائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں نے کر دیا تو تم ایمان لے آؤ گے؟ وہ بولے: ہاں ضرور۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ربّ کے حضور اس کی دعا کی اور اپنے دستِ مبارک (کی شہادت کی انگلی) سے چاند کی طرف اشارہ کیا تو دو ٹکڑے ہو گیا یہاں تک کہ ان لوگوں نے کوہِ حراء کو اُن دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا، یہ واقعہ

---

[۱۳] ''مواہبِ لدنیہ مع شرح زرقانی''، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۶م، ج۶، ص ۴۷۲۔

چاند کی چودھویں رات کو پیش آیا، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: تم سب گواہ ہو جاؤ!(یعنی اس معجزہ پر)اسی طرح ابو نعیم نے "دلائلِ نبوّت" میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راویت کیا ہے۔

ابن جوزی نے "وفا" میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ ﷺ نے اُن لوگوں کو یوں پکارا کہ اے فلاں! وائے فلاں! تم گواہ ہو جاؤ، سب نے یہ روشن نظارہ دیکھا۔ کفار بولے: ابو کبشہ کے بیٹے نے تم پر جادو کر دیا ہے، ان میں سے ایک بولا: اگر تم پر جادو کیا ہے تو تمام دنیا والوں پر جادو نہیں کر سکتے، لہٰذا یہاں سے گزرنے والے قافلوں سے پوچھو۔ مختلف جگہوں سے مسافر آتے رہے اور یہ کفارِ قریش اُن لوگوں سے پوچھتے رہے، سب نے بتایا کہ چاند دو ٹکڑے ہوا تھا۔ اِس پر ابو جہل بولا: یہ تو بڑا مضبوط جادو ہے۔ "مدارج النبوت"[٣٢] وغیرہ میں اِسی طرح منقول ہے۔

امام بغوی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی کہ چاند کے دونوں ٹکڑے بعد میں مل گئے تھے اور چاند پورا ہو گیا تھا۔ ابو نعیم "دلائلِ نبوّت" میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی کہ یہ واقعہ عصر سے رات ہونے کے درمیان میں ہوا تھا۔ یہ جو بعض واعظین اور قصہ خواں ذکر کرتے ہیں کہ ایک ٹکڑا نیچے آیا اور آپ ﷺ کے سینۂ مبارکہ سے داخل ہو کر آستین شریف سے نکلا تھا، تو یہ بے اصل بات ہے، اسے شیخ بدر الدین زرکشی نے اپنے شیخ عماد بن کثیر سے نقل کیا ہے، "مواہب لدنیہ" میں اِسی طرح ہے۔

ابو نعیم نے بطریقِ عطا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ جب کفار نے چاند کو شق دیکھا تو سمجھا کہ شاید ان کی نظروں کا دھوکہ ہے، لہٰذا بار بار اپنی آنکھوں کو مَلتے

[٣٢] "مدارج النبوت"، شیخ عبد الحق دہلوی، (مترجم)، شبیر برادرز، لاہور، باب ششم، ج ١، ص ٢٢٩۔

اور پھر اُسے دیکھتے، پھر تھک ہار کر بولے: یہ جادو ہے۔ ابو نعیم ہی نے بطریقِ ضحاک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ اس معجزے کا مطالبہ علماءِ یہود نے کیا تھا۔

تنبیہ: امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابو کبشہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء واجداد میں سے ہیں، بعض نے کہا کہ ابو کبشہ، اُمِّ وہب بن عبد مناف بن زہرہ کے والد ہیں،(یہ زہرہ حضور کی والدۂ محترمہ حضرت آمنہ کے والد ہیں) یہ روایت مخدوش (ضعیف) ہے، کیونکہ وہب کی والدہ کا نام عاتکہ بنت اوقص ہے اور علم انساب کے ماہرین نے بھی اس کی صراحت نہیں کی کہ اوقص کی کنیت "ابو کبشہ" تھی۔ بعض نے کہا کہ یہ ابو کبشہ حضرت عبد المطلب کی والدہ کے والد ہیں[۳۳]۔ لیکن یہ بات بھی مقبول نہیں کیونکہ حضرت عبد المطلب کی والدہ کا نام سلمٰی بن عمرو بن زید ہے، نیز کسی نے بھی یہ تصریح نہیں کی کہ عمرو بن زید کی کنیت ابو کبشہ تھی۔ بعض نے کہا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی والد ہیں، جن کا نام حارث بن عبد العزیٰ ہے، اُن کی بیٹی کا نام کبشہ تھا اسی وجہ سے کنیت ابو کبشہ ہوئی۔ ابن اثیر نے "نہایہ" میں ذکر کیا کہ ابو کبشہ خزاعی تھے جنہوں نے بتوں کی پوجا کرنے میں قریش کی مخالفت کی اور وہ خود شِعریٰ کو پوجا کرتے تھے[۳۴]۔ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتوں کی عبادت کرنے میں کُفّار کی مخالفت کی اور اُن سے راضی نہ ہوئے تو کُفّار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مخالفت کی وجہ سے ابو کبشہ سے تشبیہ دی۔

---

۳۳ اسی طرح منقول ہے۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ "عمدۃ القاری شرح بخاری" میں فرماتے ہیں کہ اُن کا نام سلمٰی بنت عمرو بن اُحیحہ ہے آپ کا تعلق بنی نجار سے تھا ۱۲ منہ

۳۴ اللہ تعالیٰ سورۂ نجم کی آیت ۴۹ میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ اَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى﴾ ترجمہ: "اور یہ کہ وہی ستارۂ شعریٰ کا رب ہے"۔ "خزائن العرفان" میں ہے: "ستارۂ شِعریٰ جو کہ شدّتِ گرما میں =

فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ابو کبشہ کی کنیت، وہب بن عبد مناف یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ حلیمہ سعدیہ کے شوہر کی تھی۔ علامہ آفندی نے ”شرح شفا“ میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔

واقعہ کی تفصیل کے بعد ہم اب اس معجزے کے دلائل ذکر کرتے ہیں، سب سے مضبوط و معتبر دلیل تو قرآن مجید ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ ۝﴾ یعنی: قیامت قریب آگئی ہے اور اے کُفّارِ مکہ! تمہارا اُسے ناممکن سمجھنا زائل ہوگیا ہے، کہ تم اس کے آثار کے بارے میں سُن چکے ہو جیسے سورج کا لپیٹ دیا جانا، صورتِ دنیا کا بدل جانا اور ستاروں کا جھڑ جانا وغیرہ اور تم اپنی آنکھوں سے تو دیکھ ہی چکے ہوں کہ ﴿اِنْشَقَّ الْقَمَرُ ۝﴾ یعنی گزشتہ زمانے میں چاند شق ہو چکا ہے، تو جب چاند شق ہو گیا جو روشن اجرامِ فلکی میں سے ہے، تو اَفلاک و نجوم کے فنا ہونے اور صورتِ عالَم کے بدل جانے میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ تم پر لازم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُن اُمورِ غیبیہ میں تصدیق کرو جن کے بارے میں وہ تمہیں بتاتے ہیں۔ اسی معجزہ سے اُن کی نبوّت بھی ثابت ہوتی ہے، مگر اُن کافروں کے دلوں پر پردہ پڑ گیا ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ وہ لوگ جانتے ہیں وہی حق ہے اگرچہ بلا دلیل ہی کیوں نہ ہو۔ ﴿وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَةً﴾ یعنی اگر وہ کوئی نشانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دیکھتے بھی ہیں مثلاً چاند کا شق ہو

=

جوزاء کے بعد طالع ہوتا ہے۔ اہلِ جاہلیت اس کی عبادت کرتے تھے اس آیت میں بتایا گیا کہ سب کا رب اللہ ہے اس ستارہ کا رب بھی اللہ ہی ہے لہٰذا اسی کی عبادت کرو“۔

جاناجو بڑی روشن نشانی اور واضح معجزہ ہے تو ﴿یُعْرِضُوْا﴾ یہ لوگ منہ پھیر لیتے ہیں ﴿وَ یَقُوْلُوْا﴾ اور کہتے ہیں کہ نبوّت کا دعویدار یہ شخص جو کچھ کرتا وہ ﴿سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ﴾ جادو ہے جو چلا آرہاہے اور یہ اسی طرح کرتا چلا آرہاہے، یا معنی یہ ہے کہ جادو پختہ ہے یا یہ زائل ہونے والا ہے باقی رہنے والا نہیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی قراءت میں اس طرح ہے ﴿وَقَدِ انْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ ابن منذر نے اسے روایت کیا، "درِ منثور" میں اسی طرح ہے۔یعنی قیامت قریب آ گئی ہے اور اُس کی کچھ نشانیاں ظاہر ہو چکی ہیں جن میں سے ایک چاند کا شق ہونا ہے، کہا جاتا ہے: "اَقْبَلَ الْاَمِیْرُ قَدْ جَآءَ الْمُبَشِّرُ بِقُدُوْمِهٖ" یعنی: امیر آتا ہے اور بے شک مبشّر (بشارت دینے والا) اُس کے آنے کی خبر لا چکا ہے۔

یہ اس پر مبنی ہے کہ چاند کا شق ہونا جس طرح رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا معجزہ ہے اِسی طرح قیامت کی ایک نشانی بھی ہے کیونکہ قیامت کا منکر اجرامِ فلکی کے شق ہونے کا منکر ہوتا ہے، لہٰذا جب اُن اجرام میں سے ایک شق ہو گیا، تو منکر کا قول باطل ہو گیا، اسی طرح کہا گیا ہے۔

تاریکی:

بعض مفسّرین نے لفظ "اِنْشَقَّ" ماضی کے صیغے کو اس معنی پر محمول کیا ہے کہ چاند مستقبل میں قیامت قائم ہونے کے وقت شق ہو گا اور یہ نفخہ ثانیہ یعنی دوسری مرتبہ صور پھونکے جانے کے بعد ہو گا۔رہا ماضی سے تعبیر کا معاملہ تو یہ اس اعتبار سے ہے کہ یہ واقعہ یقینی طور پر ہو گا کیونکہ اس کا واقع ہونا ایسا ہی یقینی ہے جیسے کہ یہ ہو چکا ہو، گویا یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے: ﴿اَتٰۤی اَمْرُ اللّٰهِ﴾ یعنی: "اب آتا ہے اللہ کا حکم"۔ امام نسفی نے اپنی تفسیر میں امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ معنی روایت کیا ہے، اسی طرح علامہ آفندی نے

"شرح شفا" میں کہا ہے۔ ممکن ہے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت صحیح نہ ہو یا پھر آپ اس معاملہ میں سلفِ صالحین سے منفرد ہوں، لہٰذا اجماعِ علما کے خلاف اس قول کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ امام زرقانی[٣٥] نے اِسی طرح ذکر کیا ہے۔

نجات: جان لو کہ چند وجوہات کی بنا پر یہ قول درست نہیں:

پہلی وجہ: ماضی کو مستقبل پر محمول کرنا مجاز ہے اور اس کے لیے کسی قرینے کی ضرورت ہوتی ہے جو یہاں نہیں ہے۔

دوسری وجہ: آیت کا سیاق یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ﴿وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً﴾ (اور اگر دیکھیں کوئی نشانی) اِس معنی کی نفی کرتا ہے کیونکہ کُفّارِ مکہ قیامت کے دن یہ نہیں کہیں گے کہ یہ جادو ہے جو چلا آتا ہے۔

تیسری وجہ: قیامت کے دن چاند شق ہونے اور قیامت کے قریب ہونے میں کوئی وجہِ مناسبت نہیں ہے، بلکہ چاند شق ہونے کی مناسبت قیامت قائم ہونے کے اعتبار سے ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہوتی کہ قیامت کے دن چاند شق ہو گا، تو وہ یوں ارشاد فرماتا: ﴿تَقُوْمُ السَّاعَةُ وَيَنْشَقُّ الْقَمَرُ﴾ (یعنی: قیامت قائم ہو گی اور چاند شق ہو جائے گا) یا یوں ارشاد فرماتا: ﴿قَامَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ (قیامت قائم ہو گئی اور چاند شق ہو گیا) جیسا کہ یہ اہلِ سلیقہ پر پوشیدہ نہیں ہے۔

---

٣٥ "شرح زرقانی"، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ١٤١٧ھ-١٩٩٦ء، ج٦، ص٤٧١۔

چوتھی وجہ: کلمہ "اِنْشَقَّ" معطوف ہے اور "اِقْتَرَبَتْ" معطوف علیہ۔ لہٰذا عطف کی مناسبت اِس بات کی متقاضی ہے کہ شق ہونے والی چیز کو اُس کے حقیقی معنی پر محمول کیا جائے جیسا کہ معطوف علیہ کو اُس کے حقیقی معنی پر محمول کیا گیا ہے۔

پانچویں وجہ: اگر اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہوتی کہ چاند قیامت کے روز شق ہو گا جب تو لامحالہ یہ ہو گا جس طرح دابۃ الارض کا نکلنا اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہو گا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خبر کا جھوٹا ہونا ناممکن ہے، لہٰذا اس صورت میں چاند کا شق ہونا نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا معجزہ نہیں (بلکہ علامتِ قیامت) ہو گا۔ جبکہ کُتبِ صحاح وغیرہ میں صحیح احادیث اس پر ناطق ہیں کہ یہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا معجزہ ہے جسے کُفّار نے طلب کیا تھا تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں چاند شق کر کے دکھایا، عن قریب ہم اِس کی دلیل نقل کریں گے۔

اگر تم یہ کہو کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا چاند شق ہونے سے پہلے اس کی خبر دینا تو غیب کی خبر دینا ہے اور یہی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا معجزہ ہے۔

میں کہوں گا: اِس قول پر تو یہ غیب کی خبر دینا معجزہ ہو گا نہ کہ چاند کا شق ہونا اور یہ صریح احادیثِ مرویہ کے خلاف ہے، جن کا بیان آتا ہے۔ یہاں اُس کا رد بھی ہو جاتا ہے جو "تفہیمات الٰہیہ"[٣٦] میں ہے جسے دہلی کے ایک مشہور عالم[٣٧] نے لکھا ہے، اس میں ہے کہ "شقِ قمر ہمارے نزدیک معجزہ نہیں بلکہ وہ تو قیامت کی ایک نشانی ہے" جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ ۝﴾ لیکن آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے تو اس کے ہونے سے پہلے ہی اس کی خبر دی تھی لہٰذا اس طرح یہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا معجزہ ہو گا" اھ۔

---

٣٦ "تفہیمات الٰہیہ"، دو جلدوں میں عربی و فارسی زبان پر مشتمل ہے۔
٣٧ یعنی: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ۔

اس کلام کے دو محمل ہیں:

پہلا محمل: چاند عن قریب شق ہو گا اور اس (آیت کے نازل ہونے) کے بعد یہ شق نہ ہوا، مگر آپ ﷺ نے اس کے ہونے سے پہلے ہی اس کی خبر دے دی، تو اس طرح یہ (خبر دینا) معجزہ ہوا۔ اس محمل میں مندرجہ ذیل تین اشکال ہیں:

١۔ اس قول کا درست نہ ہونا ابھی پانچ وجوہات کی بنا پر ظاہر ہو چکا ہے۔

٢۔ یہ اس کے مخالف بھی ہے جو "فتح الخبیر" میں ہے، جسے علم تفسیر میں یاد رکھنا ضروری ہے کہ چاند رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں شق ہو کر دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا تھا، ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر دوسرا اُس کے سامنے، تو رسول اللہ ﷺ نے اُن سے فرمایا تھا کہ گواہ ہو جاؤ۔

٣۔ یہ جمہور مفسّرین سے منقول اس اِجماع کے خلاف بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چاند اشق ہوا تھا۔ جیسا کہ علامہ آفندی کی "شرح شفا" میں ہے۔ عنقریب اس کا ذِکر آتا ہے، ذرا انتظار کرو۔

دوسرا محمل: چاند شق ہوا تھا لیکن نفسِ شق معجزہ نہیں ہے، بلکہ یہ تو قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، ہاں مگر یہ کہا جائے کہ آپ ﷺ نے اس کے ہونے سے پہلے ہی اس کی خبر دے دی تھی، تو یہ معجزہ ہو گا۔

اس محمل میں یہ مسئلہ ہے کہ یہ اُن احادیث کریمہ کے خلاف ہے جو اس بات پر ناطق ہیں کہ نفسِ شق ہی آپ ﷺ کا معجزہ اور علامتِ نبوّت ہے، اور یہ بات اس کے بھی مخالف ہے جو خود انہوں نے اپنی تفسیر "فتح الرحمن" میں ذِکر کیا ہے کہ یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے۔ نیز یہ بھی حیرت انگیز بات ہے کہ انہوں نے کہا "ہمارے نزدیک۔۔" جبکہ بہتر یہ تھا کہ کہتے "میرے نزدیک"، کیونکہ اہلِ سنّت، شقِ قمر کو آپ ﷺ کے معجزہ ہونے کا

انکار نہیں کرتے اگرچہ بعض مفسّرین نے آیت میں مذکورہ صیغۂ ماضی کو مستقبل پر محمول کیا ہے کہ شقِ قمر کا ایک معجزہ ہونے اور بیک وقت قیامت کی نشانی ہونے میں کوئی تضاد نہیں ہے، جیسا کہ اُن کی عبارت سے وہم ہوتا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ آپ ﷺ کی بعثت، قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کیونکہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں جن کے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہ جو انہوں نے کہا کہ "مگر یہ کہا جائے کہ آپ ﷺ نے اِس کے ہونے سے پہلے ہی اس کی خبر دے دی۔۔الخ" تو یہ بات ثابت نہیں، ہمیں کوئی روایت اس طرح نہ ملی جو اس پر دلالت کرے کہ آپ ﷺ نے شق کرنے کی خبر پہلے دی ہو اور پھر اُسے شق کیا ہو۔

حق یہ ہے کہ جو "تفہیماتِ اِلٰہیہ" میں ہے وہ اُن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِلقا کی گئی بات ہے، لہٰذا کسی دوسرے پر حجّت نہیں بنے گی۔ آپ اپنی اسی کتاب کے خطبہ میں لکھتے ہیں کہ " اللہ تعالیٰ کا فضلِ عظیم اور بے پناہ احسان یہ بھی ہے کہ اُس نے مجھے ایسے علوم عطا کیے جن کے کہنے اور بیان کرنے سے زبان عاجز ہے اور ایسے رموز واسرار بخشے، جن کے سامنے نوعِ انسانی کی طاقت کمزور پڑ جاتی ہے، لہٰذا ان کے ضائع اور فوت ہو جانے کے خوف سے میں نے چاہا کہ ان سب کو ایک رسالہ میں جمع کر دوں اور اس کا نام "تفہیماتِ الٰہیہ" رکھوں، ملخصًا۔[۴۸]

یہ وقت دھیان لگا کر اُس بات کو غور سے سُننے کا ہے جو مفسّرین وغیرہ نے کہی ہے، چنانچہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ "تفسیرِ کبیر" میں فرماتے ہیں کہ تمام مفسّرین اس پر بات پر متفق ہیں

---

۴۸ "تفہیماتِ الٰہیہ"، قطب الدین احمد، معروف بہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفیٰ ۱۱۷۶ھ، مجلس علمی، ڈابھیل (سورت) ہند، ۱۳۵۵ھ۔۱۹۳۶م، جزء ۲، ص ۹۔

کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ چاند شق ہوا تھا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ چاند شق ہو گا اور یہ معنی بعید ہیں، یہاں یہ معنی نہیں کیونکہ جس نے اس کا انکار کیا -اور وہ فلسفی ہے- اُس نے ماضی اور مستقبل دونوں میں اس کا انکار کیا، اور جو اسے جائز سمجھتا ہے اسے اس تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔ تاویل کرنے والا (کہ یہ مستقبل میں ہو گا) اِس لیے تاویل کی طرف گیا کہ شقِ قمر ایک بڑا خوفناک معاملہ ہے اگر واقع ہوا ہوتا تو پوری زمین میں ہوتا، لہٰذا لازمی طور پر یہ واقعہ حدِ تواتر کو پہنچ جاتا، اھ۔ اس تشویش کو دور کرنے والا کلام عنقریب آتا ہے، تم اس کا انتظار کرو۔

جار اللہ زمخشری نے "تفسیر کشاف" میں لکھا کہ "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا تھا، ایک ٹکڑا (پہاڑ کے پیچھے) چھپ گیا تھا اور دوسرا سامنے تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے کوہِ حراء کو چاند کے دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا تھا"۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "دُرِ منثور" میں فرماتے ہیں کہ ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن مردویہ اور ابو نعیم نے ابو عبد الرحمن سے روایت کیا کہ ہم سے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے مدائن میں خطاب کیا، اللہ کی حمد و ثنا کرنے کے بعد فرمایا: ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝﴾ سُن لو! بے شک قیامت قریب آرہی ہے، سُن لو! بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چاند شق ہو چکا ہے۔

امام قسطلانی "شرح بخاری" میں ﴿وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ ماضی کا صیغہ اپنے حقیقی معنی پر ہے اور یہی عام مسلمانوں کا قول ہے، ہاں مگر وہ شخص جس نے اس کا یہ معنیٰ کیا کہ چاند عن قریب قیامت کے دن شق ہو گا، تو ایسے شخص کے قول کی

طرف توجہ نہیں کی جائے گی، کیونکہ اس نے فعلِ ماضی کو مستقبل کے ثبوت کے لیے بیان کیا، حالانکہ یہاں یہ خلافِ اجماع ہے، اھ۔

امام بیضاوی فرماتے ہیں کہ روایت میں ہے کہ کُفّار نے رسول اللہ ﷺ سے معجزہ طلب کیا تھا پس اس کے بعد چاند شق ہوا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس (اِنْشَقَّ) کا معنی ہے کہ قیامت کے دن شق ہو گا، پہلے قول کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ آیت کی ایک قراءت اس طرح منقول ہے ﴿وَقَدِ انْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ یعنی قیامت قریب آگئی ہے اور اس کے قریب آنے کی نشانیوں میں سے چاند کا شق ہونا ہو چکا ہے۔

"تفسیرِ جلالین" میں ہے: ﴿وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ یعنی: ابو قبیس اور قعیقعان کے پہاڑوں پر دو ٹکڑوں میں شق ہو گیا، یہ آپ ﷺ کا معجزہ تھا جس کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ آپ ﷺ نے اُن سے فرمایا: تم لوگ گواہ ہو جاؤ۔ اسے امام بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے، اھ۔

"مواہبِ لدنیہ"[۳۹] میں ہے: مفسّرینِ کرام اور اہلِ سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ آپ ﷺ کے لیے یہ واقع ہوا تھا، اھ۔

خواجہ معین الدین بن خواجہ خاوند محمود نقشبندی علوی حسینی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر "زبدۃ التفاسیر" میں ہے: ﴿وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ یعنی: ابو قبیس کے پہاڑ پر دو ٹکڑوں میں شق ہو گیا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہلِ مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے کوئی معجزہ دکھانے کے لیے کہا، تو آپ ﷺ نے چاند دو ٹکڑے کر دیا یہاں تک کہ ان لوگوں نے کوہِ حراء کو ان دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔

امام موفق الدین ابو العباس احمد بن یوسف بن حسن بن رافع بن حسین بن

---

[۳۹] "مواہبِ لدنیہ مع شرح زرقانی"، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۶م، ج۶، ص۴۷۱۔

سودان کواشی رحمۃ اللہ علیہ آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں: ﴿وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو ٹکڑوں میں شق ہو گیا تھا، ایک ٹکڑا قعیقعان کی پہاڑی پر اور دوسرا اَبو قبیس کی پہاڑی پر واضح نظر آرہا تھا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کوہِ حراء کو چاند کے دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا" اھ۔

ملاّ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ "مرقاۃ شرح مشکوٰۃ"[۴۰] میں فرماتے ہیں: زجاج نے کہا کہ کچھ لوگ اپنے گمان میں اہلِ علم کے راستے سے ہٹ گئے اور انہوں نے یہ تاویل کی کہ چاند قیامت کے دن شق ہو گا، حالانکہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بالکل آسان ہو جاتا ہے: ﴿وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَ يَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ﴾ (ترجمہ: اور اگر کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو جادو ہے چلا آتا)، لہٰذا یہ قیامت میں کیونکر ہو سکتا ہے۔

شقِ قمر میں وارد احادیث اور اُن کے طُرق کا بیان:

اِس سلسلہ میں احادیث کئی الفاظ وطُرق سے مروی ہیں، یہاں اُن میں سے کچھ ذیل میں ذِکر کی جاتی ہیں:

۱۔ امام بخاری نے اس سند سے روایت کیا: مجاہد از ابو معمر[۴۱] از عبد اللہ بن مسعود آپ نے فرمایا کہ جب چاند شق ہو کر دو ٹکڑے ہوا تو ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: گواہ ہو جاؤ گواہ ہو جاؤ۔ یعنی اس معجزے پر۔[۴۲]

---

[۴۰] "مرقاۃ المفاتیح"، ملا علی بن سلطان محمد قاری متوفیٰ ۱۰۱۴ھ، مکتبہ امدادیہ ملتان، ج ۱۱، ص ۱۲۴۔

[۴۱] آپ کا نام عبد اللہ بن سَنجرہ، اَزدی کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہے ۱۲ منہ

۲۔ امام مسلم نے اس سند سے روایت کیا: مجاہد از ابو معمر از عبد اللہ بن مسعود آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چاند شق ہو کر دو ٹکڑے ہوا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: گواہ ہو جاؤ۔[۴۳]

۳۔ امام ترمذی نے اس سند سے روایت کیا: مجاہد از ابو معمر از عبد اللہ بن مسعود آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چاند شق ہوا، تو آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا: گواہ ہو جاؤ۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔[۴۴]

۴۔ امام محی السنّۃ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چاند شق ہو کر دو ٹکڑے ہوا، ایک ٹکڑا پہاڑ پر ہو گیا اور دوسرا اُس کے مقابل، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گواہ ہو جاؤ۔ ابو الضحیٰ نے کہا کہ از مسروق از عبد اللہ آپ نے فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں چاند شق ہوا تھا۔ مقاتل نے کہا کہ چاند شق ہوا اور پھر اس کے بعد مل گیا تھا۔[۴۵]

۵۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "درِ منثور" میں فرمایا: عبد بن حمید نے، حاکم نے بافادۂ تصحیح، ابن مردویہ اور امام بیہقی نے "دلائلِ نبوّت" میں اس سند سے روایت کیا: مجاہد از ابو معمر از عبد اللہ بن مسعود آپ نے فرمایا کہ میں نے مکہ مکرمہ میں ہجرت سے پہلے دو مرتبہ چاند کو دو

=

[۴۲] "صحیح بخاری"، کتاب التفسیر، برقم: ۴۸۶۵، ج۳، ص ۲۹۲۔

[۴۳] "صحیح مسلم"، کتاب صفۃ القیامۃ، باب انشقاق القمر، برقم: ۲۸۰۰-۴۳، ص ۱۳۴۴۔

[۴۴] "سُنَنِ ترمذی"، کتاب تفسیر القرآن، برقم: ۳۲۸۷، ج۴، ص ۲۴۱۔

[۴۵] "معالم تنزیل"، ج۴، ص ۲۳۵۔

ٹکڑوں میں شق دیکھا، ایک ٹکڑا ابو قبیس کی پہاڑی پر اور دوسرا سُویداء[۴۶] پر، کفار بولے: چاند پر جادو ہو گیا۔ تو یہ آیات نازل ہوئیں: ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ (۱)﴾۔ مجاہد نے کہا کہ معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس طرح تم لوگوں نے چاند کو (حقیقت میں) شق دیکھا اسی طرح تمہیں قُربِ قیامت کی خبر دینے والا بھی حق ہے۔[۴۷]

۶۔ امام بخاری نے اس سند سے بھی روایت کیا: ابراہیم نخعی از ابو معمر از عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چاند شق ہو کر دو ٹکڑے ہوا تھا، ایک ٹکڑا پہاڑ پر اور دوسرا اُس کے مقابل۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم گواہ ہو جاؤ۔[۴۸]

۷۔ امام مسلم نے بھی اِسی سند سے روایت کیا، یعنی: ابراہیم نخعی از ابو معمر از عبد اللہ بن مسعود آپ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں تھے، جب چاند شق ہو کر دو ٹکڑے ہوا، پس ایک ٹکڑا پہاڑ کے پیچھے تھا اور دوسرا اُس کے سامنے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: تم گواہ ہو جاؤ۔[۴۹]

۸۔ امام ترمذی نے اس سند سے روایت کیا: ابراہیم نخعی از ابو معمر از عبداللہ بن مسعود آپ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں تھے، جب چاند شق ہو کر دو ٹکڑے

---

۴۶ سُویداء: خارج مکہ ایک جگہ ہے، جہاں یہ پہاڑ واقع ہے ۱۲ منہ

۴۷ "دُرِّ منثور"، ج۷، ص۲۹۰۔

۴۸ "صحیح بخاری"، کتاب التفسیر، برقم: ۴۸۶۴، ج۳، ص۲۹۱۔

۴۹ "صحیح مسلم"، کتاب صفة القیامة، باب انشقاق القمر، برقم: ۷۰۷۱، ص۱۳۴۴-۱۳۴۵۔

ہوا، ایک ٹکڑا پہاڑ کے پیچھے تھا تو دوسرا اُس کے سامنے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا: تم گواہ ہو جاؤ۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔[50]

۹۔ "درِ منثور" میں ہے کہ امام احمد، حاکم نے بافادۂ تصحیح اور ابو نعیم نے "دلائل نبوت" میں اس سند سے روایت کیا: اسود[51] از عبد اللہ آپ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ چاند شق ہو گیا اور پہاڑ کو دیکھا کہ وہ اُن دونوں ٹکڑوں کے درمیان تھا۔[52]

۱۰۔ امام بیہقی نے روایت کیا کہ شقِ قمر کا واقعہ مکہ مکرمہ میں ہوا، تو کُفّار بولے: ابو کبشہ کے لڑکے نے تم پر جادو کر دیا ہے، لہٰذا آنے والے مسافروں سے پوچھو اگر انہوں نے بھی وہی دیکھا ہے جو ہم نے دیکھا تو یہ (رسول) سچے ہیں، اور اگر انہوں نے وہ نہ دیکھا جو ہم نے دیکھا ہے، تو یہ جادو ہے۔ پس کفار نے مختلف جگہوں سے آنے والے مسافروں سے پوچھا تو وہ بولے: ہاں ہم نے بھی اس منظر کو دیکھا ہے۔

۱۱۔ امام بخاری ابن عباس رضی اللہ عنہ سے راوی آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں چاند شق ہوا تھا۔[53]

۱۲۔ امام مسلم نے اس سند سے روایت کیا: اعمش از ابراہیم از ابو معمر از ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چاند شق ہو کر دو ٹکڑے ہو گیا تھا، ایک ٹکڑے

---

[50] "سُنَنِ ترمذی"، کتاب تفسیر القرآن، بر قم: ۳۲۸۵، ج۴، ص۲۴۰۔

[51] یعنی: اسود بن یزید، کبار تابعین سے ہیں رحمۃ اللہ علیہ ۱۲ منہ

[52] "دُرِّ منثور"، ج۷، ص۲۹۰۔

[53] "صحیح بخاری"، کتاب التفسیر، بر قم: ۴۸۶۶، ج۳، ص۲۹۲۔

نے پہاڑ کو چھپا لیا اور دوسرا پہاڑ کے اوپر تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! تو گواہ ہو جا۔[۵۴]

۱۳۔ امام ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چاند شق ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ گواہ ہو جاؤ۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حَسَن صحیح ہے۔[۵۵]

۱۴۔ امام بغوی نے "تفسیر معالم تنزیل" میں اِس سند سے روایت کیا: از ابوالضحیٰ از مسروق از عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چاند شق ہوا تو اہلِ قریش بولے: ابو کبشہ کے لڑکے نے تم پر جادو کر دیا ہے، لہٰذا آنے والے مسافروں سے پوچھو، انہوں نے آنے والے مسافروں سے پوچھا تو وہ بولے: ہاں ہم نے بھی اس منظر کو دیکھا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ ۝﴾۔[۵۶]

۱۵۔ تفسیر "درِّ منثور" میں ہے کہ ابن جریر، ابن منذر، ابن مردویہ، ابو نعیم اور امام بیہقی نے "دلائلِ نبوّت" میں اس سند سے روایت کیا: مسروق[۵۷] از ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چاند شق ہوا تو اہلِ قریش بولے: یہ ابو کبشہ کے لڑکے کا

---

۵۴ "صحیح مسلم"، کتاب صفۃ القیامۃ، باب انشقاق القمر، برقم: ۷۰۷۵، ص ۱۳۴۵۔

۵۵ "سُنَنِ ترمذی"، کتاب تفسیر القرآن، برقم: ۳۲۸۸، ج ۴، ص ۲۴۱۔

۵۶ "معالم تنزیل"، ج ۴، ص ۲۳۵۔

۵۷ یعنی: مسروق بن اجدع ہمدانی کوفی، کبار تابعین سے ہیں رحمۃ اللہ علیہ ۱۲ منہ

جادو ہے۔ تم لوگ آنے والے مسافروں کا انتظار کرو، کیونکہ محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) تمام لوگوں پر جادو کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ پس انہوں نے آنے والوں سے پوچھا تو وہ بولے: ہاں! ہم نے بھی اس منظر کو دیکھا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ ۝﴾۔[۵۸]

١٦۔ امام بخاری نے اس سند سے روایت کیا: شیبان از قتادہ از انس رضی اللہ عنہ آپ نے فرمایا: اہلِ مکہ نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے معجزہ دکھانے کو کہا، تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں چاند شق کر کے دکھایا۔[۵۹]

١٧۔ امام مسلم نے اِس سند سے روایت کیا: شیبان از قتادہ از انس رضی اللہ عنہ آپ نے فرمایا: بے شک اہلِ مکہ نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے معجزہ دکھانے کو کہا، تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں دو مرتبہ چاند شق کر کے دکھایا۔[٦٠]

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ "مشکوٰۃ" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی کہ اہلِ مکہ نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے معجزہ دکھانے کو کہا، تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں چاند دو ٹکڑوں میں شق کر کے دکھایا، یہاں تک کہ ان لوگوں نے کوہِ حراء کو اُن دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔ متفق علیہ یعنی امام بخاری و مسلم نے اسے روایت کیا ہے۔[٦١]

---

۵۸ "دُرِّ منثور"، ج۷، ص۲۹۱۔

۵۹ "صحیح بخاری"، کتاب التفسیر، برقم: ۴۸۶۷، ج۳، ص ۲۹۲۔

٦٠ "صحیح مسلم"، کتاب صفۃ القیامۃ، باب انشقاق القمر، برقم: ۲۸۰۲-۱، ص ۱۳۴۵۔

٦١ "معالم تنزیل"، ج۴، ص ۲۳۵۔

کچھ لوگوں نے ”سیرتِ محمدی ﷺ“ میں اس روایت پر تعقّب کرتے ہوئے کہا: یہ جملہ کہ ”یہاں تک کہ ان لوگوں نے کوہِ حراء کو اُن دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا“ صحیح مسلم میں نہیں، لہٰذا صحیح بخاری کے تفردات میں سے ہے، اھ۔

۱۸۔ امام ترمذی نے بطریق معمر از قتادہ از انس روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: اہلِ مکہ نے نبی کریم ﷺ سے معجزہ طلب کیا تو آپ ﷺ کے لیے دو مرتبہ چاند شق ہو گیا اور یہ آیات: ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝﴾ تک نازل ہوئیں، امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔[۶۲]

۱۹۔ امام بغوی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے راوی کہ اہلِ مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے معجزہ دکھانے کو کہا، تو آپ ﷺ نے انہیں چاند دو ٹکڑوں میں شق کر کے دکھایا، ان لوگوں نے کوہِ حراء کو اُن دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔

شیبان نے قتادہ سے روایت میں یہ اضافہ کیا کہ آپ ﷺ نے انہیں دو مرتبہ چاند شق کر کے دکھایا۔

۲۰۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابن جریر، ابن مردویہ اور ابو نعیم نے ”دلائلِ نبوّت“ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے راویت کیا آپ نے فرمایا ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منیٰ میں تھے، چاند شق ہو کر دو ٹکڑے ہو گیا، ایک ٹکڑا پہاڑ کے پیچھے (نظروں سے اوجھل) ہو گیا تھا، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم لوگ گواہ ہو جاؤ۔[۶۳]

---

[۶۲] ”سُنَنِ ترمذی“، کتاب تفسیر القرآن، بر قم: ۳۲۸۶، ج۴، ص ۲۴۰۔

[۶۳] ”دُرِّ منثور“، ج۷، ص ۲۹۱۔

۲۱۔ امام بخاری نے اس سند سے بھی روایت کیا ہے: شعبہ از قتادہ از انس رضی اللہ عنہ آپ نے فرمایا: چاند شق ہو کر دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔[۶۴]

۲۲۔ امام مسلم نے اس سند سے روایت کیا ہے: شعبہ از قتادہ از انس رضی اللہ عنہ آپ نے فرمایا: چاند شق ہو کر دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔[۶۵]

۲۳۔ امام ترمذی نے جبیر بن مطعم سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چاند شق ہو کر دو ٹکڑے ہو گیا تھا، ایک ٹکڑا اس پہاڑ پر اور دوسرا اُس پہاڑ پر۔ تو اہلِ قریش بولے: محمد نے ہم پر جادو کر دیا ہے۔ اُن میں سے بعض نے کہا: اگر ہم پر جادو کیا ہے تو تمام لوگوں پر جادو کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔[۶۶]

۲۴۔ "درِ منثور" میں ہے کہ ابو نعیم نے "دلائلِ نبوّت" میں بطریقِ عطاو ضحاک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ ۝﴾ کی تفسیر میں روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مشرکینِ مکہ، جن میں ولید بن مغیرہ، ابو جہل بن ہشام، عاص بن وائل، عاص بن ہشام، اسود بن عبد یغوث، اسود بن مطلب، ربیعہ بن اسود اور نظر بن حارث ایک جگہ جمع ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ سچے ہیں تو ہمیں دو مرتبہ چاند شق کر کے دکھائیں، آدھا حصہ ابو قبیس[۶۷] کی پہاڑی

---

۶۴ "صحیح بخاری"، کتاب التفسیر، بر قم: ۴۸۶۸، ج ۳، ص ۲۹۲۔

۶۵ "صحیح مسلم"، کتاب صفة القیامة، باب انشقاق القمر، بر قم: ۷۱۸۰، ص ۱۳۴۵۔

۶۶ "سُنَنِ ترمذی"، کتاب تفسیر القرآن، بر قم: ۳۲۸۹، ج ۴، ص ۲۴۱۔

۶۷ اَبو قبیس مکہ مکرمہ میں ایک بلند پہاڑ ہے، اس کا نام مذحج حداد کے ایک شخص کے نام پر رکھا گیا، کیونکہ اسی نے سب سے پہلے وہاں تعمیر کرائی تھی، "قاموس" ۱۲ منہ

پر اور آدھا قعیقعاع کی پہاڑی پر ہو جائے، تو نبی کریم ﷺ نے اُن سے فرمایا: اگر میں نے کر دیا تو تم لوگ ایمان لے آؤ گے؟ وہ بولے: ہاں۔ وہ رات، چاند کی چودھویں رات تھی، پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب سے اُن لوگوں کے مدعا کا سوال کیا تو چاند دو ٹکڑے ہو کر گویا آدھا ابو قبیس کی پہاڑی پر اور آدھا قعیقعاع کی پہاڑی پر ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ابو سلمہ بن عبد اسد اور ارقم بن ارقم وغیرہ کو پکار کر کہا کہ تم لوگ گواہ ہو جاؤ۔[٦٨]

۲۵۔ سعید محمد بن مسعود کازرونی نے اپنی "تاریخ" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اہلِ مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے معجزہ دکھانے کو کہا، تو آپ ﷺ نے انہیں چاند دو ٹکڑوں میں شق کر کے دکھایا، یہاں تک کہ ان لوگوں نے حراء کو ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ مکہ مکرمہ میں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چاند دو مرتبہ شق ہوا تھا۔

۲۶۔ امام ابو عبد اللہ محمد الانصاری المدنی اپنی کتاب "الاعلام بسیرۃ النبی علیہ السلام" میں فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے لیے چاند شق ہو گیا تھا، جب مشرکوں نے آپ ﷺ سے کوئی معجزہ دکھانے کو کہا تھا، تو آپ ﷺ نے اُن سے فرمایا: اگر میں نے کر دیا تو تم ایمان لے آؤ گے؟ وہ بولے: ہاں ضرور۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے رب سے اُن لوگوں کے مدّعا کا سوال کیا تو چاند دو ٹکڑے ہو گیا، یہاں تک کہ ان لوگوں نے حراء کو اُن دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔ وہ بولے: ہم پر محمد نے جادو کر دیا ہے لیکن وہ تمام لوگوں پر جادو کی طاقت نہیں رکھتے، لہٰذا ہر

---

٦٨ "دُرِّ منثور"، ج۷، ص ۲۹۲۔

آنے والے مسافر سے اس بارے میں پوچھو، پھر انہوں نے وہاں آنے والے ہر مسافر سے پوچھاتو انہوں نے بتایا کہ ہاں چاند شق ہوا تھا۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ مشرکوں نے کہا کہ ابو کبشہ کے لڑکے نے تم پر جادو کر دیا ہے، لہٰذا اِس طرف آنے والے مسافروں سے اس بارے میں پوچھو، اگر وہ اسی طرح کہیں جس طرح تم نے دیکھا ہے تو آپ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) سچے ہیں ورنہ وہ جادو ہے۔ پس انہوں نے مسافروں سے پوچھا، تو وہ بولے: ہاں، ہم نے بھی دیکھا ہے۔

اَبحاثِ ضروری:

یہاں کچھ ایسی ابحاث ہیں جن کا جاننا بہت ضروری ہے:

پہلی بحث:

امام قسطلانی نے "شرح بخاری"[٦٩] میں کہا ہے کہ شقِ قمر کا واقعہ ہجرت سے پانچ سال پہلے کا ہے جبکہ عبد اللہ ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا پیدا ہی نہ ہوئے تھے، رہا حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا معاملہ تو وہ مدینہ منورہ میں چار یا پانچ سال کے تھے، تو ان دونوں حضرات نے شقِ قمر کی حدیث کیسے روایت کر دی؟

جواب: ان دونوں نے یہ روایت نہیں کیا کہ ہم نے چاند شق ہوتے دیکھا ہے۔ لہٰذا اِن کی روایت کسی دوسرے شخص سے سُننے پر مبنی ہے اور اس قسم کی روایت میں کوئی حرج بھی نہیں

٦٩ "اِرشاد الساری"، کتاب تفسیر القرآن، ج ١١، ص ١٢١۔

ہے۔ علامہ آفندی نے "شرح شفا" میں کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مراسیلِ صحابہ[۷] میں سے ہے اور یہ روایتِ ابن مسعود کو ترجیح دینے والی بھی ہے۔

اگر تم یہ کہو کہ جب شقِ قمر کا واقعہ ہجرت سے پانچ سال پہلے کا ہے تو لازمی طور پر شبِ معراج سے پہلے کا ہونا چاہیے کیونکہ واقعۂ معراج ہجرت سے اٹھارہ مہینے پہلے ہوا تھا، اسی طرح امام واقدی نے بیان کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ہجرت سے ایک سال پہلے ہوا، یہ امام بیضاوی کا قول ہے۔ "تاریخ کازرونی" میں ہے کہ ہجرت سے ایک سال دو مہینے پہلے ہوا۔

ہجرت سے چھ مہینے پہلے ہوا، یہ "الاعلام بسیرۃ النبی علیہ السلام" میں ہے۔ "معارج النبوّۃ" میں ہے کہ یہ ہجرت سے سترہ مہینے پہلے ہوا۔ ابن اثیر نے نقل کیا ہے کہ یہ ہجرت سے دو سال یا تین سال پہلے ہوا۔

علامہ آفندی نے "شرح شفا" میں جو لکھا ہے کہ شقِ قمر کا واقعہ شبِ معراج کے بعد کا ہے، تو کیا یہ قول صحیح ہے؟

---

[۷] **صحابی کی مُرسَل:** کوئی صحابی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایسے قول یا فعل کے بارے میں خبر دے جو اُس نے نہ خود دیکھا ہو اور نہ سُنا ہو، اس کی وجہ خواہ کم سنی ہو، دیر سے اسلام لانا ہو یا مجلس شریف سے غیر حاضر ہونا وغیرہ۔ اس کا حکم یہ ہے کہ جمہور مُحدّثینِ کرام اور علماءِ عظام کے نزدیک صحابی کی مُرسَل روایت صحیح اور قابلِ حجّت ہے، اس کا حکم موصول مسند کا ہے کیونکہ یہ صحابہ کرام کا صحابہ سے روایت کرنا ہے، نیز کسی صحابی کا معلوم نہ ہونا اس میں مضر نہیں کیونکہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم عادل ہیں۔

(ماخوذ از "آسان اصولِ حدیث"، ص ۸۰، و "مقدمہ ابن صلاح"، نویں نوع، ص ۳۵-۳۶)۔

میں کہتا ہوں: ہاں، یہ قول ان وجوہات کی بنا پر صحیح ہے: ا۔ کیونکہ ایک قول کے مطابق شبِ معراج کا واقعہ اعلانِ نبوت کے پانچ سال بعد ہوا۔

۲۔ ایک قول اعلانِ نبوّت کے پندرہ مہینے بعد کا ہے اور ایک قول کے مطابق اعلانِ نبوّت کے اٹھارہ مہینے کے بعد کا ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح اپنے رسالے میں ذکر کیا ہے۔

دوسری بحث:

کہا جاتا ہے کہ شقِ قمر کا معجزہ دو مرتبہ ہوا۔ حافظ ابو الفضل زین الدین عراقی کی ''نظم السیرۃ'' میں ہے کہ چاند دو مرتبہ شق ہوا تھا، اس پر اجماع ہے۔ تو بظاہر ''اجماع'' کا تعلق ''دو مرتبہ'' سے لگتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ آفندی نے ''شرح شفا'' میں اس قول کا تعقّب کرتے ہوئے کہا ہے کہ زین العراقی کا اجماع والا دعویٰ، تحقیق میں خطا اور بھول کی بنا پر ہے، حق یہ ہے کہ شقِ قمر ایک مرتبہ ہی ہوا تھا۔

ابن قیم نے کہا کہ یہ جو مروی ہے کہ چاند دو مرتبہ، دو مختلف وقتوں میں شق ہوا ہے، تو جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال سے باخبر ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ قول غلط ہے کیونکہ چاند تو ایک مرتبہ ہی شق ہوا تھا۔

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ زین الدین عراقی کا اجماع والا قول ''چاند شق ہونے'' سے متعلق ہے نہ کہ ''دو مرتبہ'' سے، کیونکہ مَیں محدّثینِ کرام میں سے کسی ایسے کو نہیں جانتا جس نے کئی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چاند شق ہونے کا کہا ہو۔ اسی طرح حافظ ابن کثیر اور شیخ عبد الحق دہلوی نے ''لمعات التنقیح'' میں کہا ہے۔

اگر تم یہ کہو کہ کچھ روایات میں ہے کہ اُن لوگوں نے حراء کی پہاڑی کو چاند کے دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔ جبکہ کچھ روایات میں یہ ہے کہ چاند کا ایک ٹکڑا ابو قبیس کی پہاڑی پر تھا تو دوسرا سُویداء یا قعیقعاع کی پہاڑی پر۔ اگر ان احادیث کو نہ مختلف وقتوں پر محمول کیا جائے اور نہ ہی کئی بار چاند شق ہونے پر، تو ان میں تضاد لازم آئے گا۔

میں کہتا ہوں کہ ان میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ ہر شخص نے اپنے دیکھنے کے مطابق اور اپنے اندازے سے خبر دی ہے۔ چاند تو آسمان کے بیچ میں حراء وغیرہ مکہ مکرمہ کی پہاڑیوں اور دُور دراز کے مکانات کے مقابل تھا، شق ہونے کے بعد اُن دونوں ٹکڑوں کے درمیان کافی فاصلہ اس لیے واقع ہوا تھا تاکہ یہ معجزہ بہت واضح طور پر ظاہر ہو سکے۔ لہٰذا ممکن ہے کہ راوی منیٰ میں کسی اونچی پہاڑی پر ہو، وہاں سے اُس نے ابو قبیس کی پہاڑی کا کنارہ دیکھا اور پھر اس کی خبر دے دی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ راوی پہلے منیٰ میں ہو پھر شقِ قمر دیکھنے کے بعد مکہ مکرمہ آیا اور چاند کا ایک ٹکڑا ابو قبیس کی پہاڑی پر دیکھا اور اس کی خبر دے دی ہو نیز اتنی دیر تک چاند بھی شق رہا ہو، وعلیٰ ھٰذا القیاس۔ اسی طرح کہا گیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ابو قبیس کی پہاڑی کا ذکر بعض راویوں کی تعبیر ہے۔

اگر تم یہ کہو کہ مذکورہ بالا روایات میں سے کچھ میں "دو مرتبہ" آیا ہے اور یہ کئی مرتبہ شق ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس سے مراد چاند کے دو ٹکڑے ہیں۔ علامہ آفندی نے "شرح شفا" میں کہا کہ ابن قیم نے اپنی کتاب "اعانۃ اللھفان" میں ذکر کیا ہے کہ کبھی "کئی مرتبہ (مرّات)" سے مراد "افعال" ہوتے ہیں اور کبھی "اَعیان"، اکثر اس کا استعمال "افعال" میں ہوتا ہے، رہی مثال "اعیان" کی تو حدیث کے یہ الفاظ ہیں کہ "چاند دو مرتبہ شق ہوا"

یعنی دو ٹکڑوں میں۔ کچھ لوگوں سے یہ فرق پوشیدہ رہا اور انہوں نے سمجھا کہ چاند دو مرتبہ شق ہوا تھا، اھ۔

یہ بھی ممکن ہے کہ "دو مرتبہ" کا تعلق دیکھنے سے ہو یعنی راوی نے اس معجزہ کو بار بار دیکھا، کیونکہ روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک ٹکڑے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: اے فلاں اے فلاں گواہ ہو جاؤ۔ پھر دوسرے ٹکڑے کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: تم لوگ گواہ ہو جاؤ۔

اگر تم یہ کہو کہ مذکورہ بالا کچھ روایات میں ہے کہ شق قمر کا معجزہ مکہ مکرمہ میں ہوا جبکہ کچھ دوسری روایات میں ہے کہ یہ منی میں ہوا، اور یہی تو کئی مرتبہ شق ہونا ہے۔

میں کہتا ہوں: راویِ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ شقِ قمر کے وقت منیٰ میں تھے انہوں نے وہاں دیکھا اور اسے روایت کیا جیسا کہ حدیث نمبر سات اور آٹھ وغیرہ میں ہے۔ جن روایات میں مکہ کا ذکر ہے تو یہ دیگر روایات کی منافی نہیں کیونکہ جو منی میں تھا گویا وہ مکہ میں ہی تھا۔

ممکن ہے مکہ مکرمہ کا ذکر اِس بات کی طرف اشارہ ہو کہ شقِ قمر، ہجرت سے پہلے کا ہے جیسا کہ حدیث نمبر پانچ اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا کہ میں نے مکہ مکرمہ میں ہجرت سے پہلے چاند کو دو ٹکڑوں میں شق دیکھا۔۔۔ الخ۔ امام زرقانی وغیرہ نے اسی طرح کہا ہے۔

۳۔ بعض کُتب میں منقول ہے کہ "بابا رتن ہندی"[۱] نے کہا کہ "مَیں نے چودھویں رات کو

---

[۱] "رَتَن": یہ شخص ہندوستان میں ہجرت کے چھ سو سال بعد ظاہر ہوا اور صحابیت کا دعویٰ کیا اور احادیث
=

دیکھا کہ چاند شق ہوا اور اُس کا آدھا حصہ مشرق میں ڈوبا اور آدھا حصہ مغرب میں اور کچھ دیر کے لیے اندھیرا چھا گیا پھر آدھا حصہ مشرق سے نکلا اور آدھا مغرب سے اور دونوں بیچ آسمان میں آئے اور آپس میں مل گئے اور چاند پورا ہو گیا جیسا کہ پہلے تھا۔ مجھے بہت حیرانی ہوئی اور میں اس کا سبب نہ جان سکا تو میں نے مختلف مقامات سے آنے والے قافلوں سے اس عجیب معاملہ کے بارے میں پوچھا تو ہمیں بتایا گیا کہ مکہ مکرمہ میں ایک ہاشمی مرد ظاہر ہوا ہے جو نبوّت کا دعویٰ کرتا ہے، اُس کے لوگوں نے اُس سے شقِ قمر کا معجزہ طلب کیا تو انہیں یہ معجزہ دکھایا ہے۔ جب مَیں نے یہ سُنا تو میرے جی میں اُن سے ملنے کا شوق پیدا ہوا اور میں مکہ مکرمہ حاضر ہو کر شرفِ صحابیت سے سرفراز ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی برکت سے میری عمر دراز فرمائی یہاں تک کہ آج میں چھ سو سال کا ہوں"۔

تم سے یہ پوشیدہ نہ رہے کہ شقِ قمر کی جو کیفیت رتن ہندی نے بتائی ہے وہ اس بارے میں مروی احادیث کے خلاف ہے لہٰذا یہ قابلِ توجہ نہیں ہو سکتا۔ امام ذہبی نے "تجرید الصحابہ" میں لکھا ہے کہ رتن ہندی جھوٹا دجّال ہے۔ امام سیوطی نے فرمایا کہ بوڑھا رتن ہندی جھوٹا ہے۔ علماء کرام اس پر متفق ہیں کہ آخری وصال فرمانے والے صحابی ابو طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ ہیں جن کا وصال صحیح قول کے مطابق ایک سو دس (۱۱۰ھ) ہجری میں ہوا ،اسی طرح "تقریب التہذیب" میں ہے۔

=

روایت کیں۔ بعض محدثین نے کہا کہ یہ شخص کذاب ہے۔ شیخ علاء الدولہ سمنانی نے اس پر اعتماد کیا ہے۔ یہ شخص "بابا رتن ہندی" کے نام سے مشہور ہوا اس کی کنیت "ابو الرضا" تھی ۱۲ منہ

نبی کریم ﷺ نے اپنے وصال سے ایک ماہ پہلے، ایک رات ارشاد فرمایا تھا کہ جو آج کے دن زندہ ہے وہ آج رات سے اِس صدی کے آخر تک زندہ نہ رہے گا۔ امام بخاری وغیرہ نے اسے روایت کیا ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ اُس رات جو بھی زندہ تھا وہ سو سال سے زیادہ زندہ نہ رہے گا۔ امام عینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مراد یہ ہے کہ جو اُس وقت آپ کی اُمتِ اجابت (مسلمانوں) میں سے ہو خواہ اُمتِ دعوت (کافروں) میں سے، وہ زندہ نہ رہے گا۔ لہٰذا پھر رتن ہندی صحابی کیسے ہو سکتا ہے؟!

دوسری نوری کرن

اس معجزہ سے متعلق منکرین وملحدین کے شکوک وشبہات کو دُور کرنے والی:

پہلا شک: شق والتیام محال ہے، یعنی اَجرام کا جُدا ہونا اور مل جانا، افلاک اور کواکب جیسے اجرامِ فلکی کے لیے محال (ناممکن) ہے، اس کی تصریح کُتبِ فلسفہ میں ہے، لہٰذا چاند کیسے شق ہو کر پھر دوبارہ جُڑ سکتا ہے؟![۲۷]

اِزالۂ شک: ملّتِ اسلامیہ کا فیصلہ ہے کہ تمام اجسام، علوی ہوں خواہ سفلی، سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، وہ قدرتِ کاملہ کا مالک ہے جو چاہے کرے اور جو چاہے حکم دے، یہ تمام مخلوق شق ہونے اور مل جانے کے قابل ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ۝﴾[۳۷] ترجمہ: "پھر جب آسمان پھٹ جائے گا تو

---

[۲۷] اس فلسفیانہ کلام کے تفصیلی رد کے لیے ملاحظہ کیجیے "فتاویٰ رضویہ"، ج۲۷، ص۳۸۳-۵۷۵، رسالہ: "اَلْكَلِمَةُ الْمُلْهَمَةُ فِي الْحِكْمَةِ الْمُحْكَمَةِ لِوهَآءِ الْفَلْسَفَةِ الْمُشْئِمَةِ"۔

[۳۷] سورۂ رحمن: ۵۵/ ۳۳۔

گلاب کے پھول سا ہو جائے گا جیسے سرخ نری"۔ پاکی ہے اُس ذات کو جس کے حکم کے سوا اُس کی سلطنت میں کچھ نہیں ہو تا۔

جہاں تک قواعدِ فلسفہ کا تعلّق ہے تو فیثا غورثی ہیئت نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ تمام کواکب زمین کی طرح کثیف ہیں، اور یہ تمام وجود، فساد، شق اور اِلتیام کو قبول کرتے ہیں۔ یونانی مشائی فلسفے پر کلام کرنا باقی ہے جو اجرامِ فلکی پر شق والتیام کو مُحال کہتا ہے، لہٰذا مَیں جو کچھ ذیل میں کہتا ہوں اسے غور سے سُنو:

اس کے دلائل یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ دونوں (شق اور التیام) اَفلاک اور مقررہ جہات کے لیے محال ہیں، یہ اُن اصولوں کی بنا پر ہے جن میں سے کچھ بھی قطعی ثبوت فراہم کرنے والا نہیں ہے، رہا تمام اجرام فلکی میں ان دونوں (شق اور التیام) کا محال ہونا تو اس پر اُن لوگوں کے پاس کوئی واضح دلیل نہیں ہے۔

شیخ ابو علی بن سینا جو رئیسِ فلاسفہ جانے جاتے ہیں، انھوں نے اپنی کتاب "عیون الحکمۃ" میں ایک دلیل ذکر کی ہے کہ فلک، شق ہونا اور جُڑ جانا قبول نہیں کرتا۔ امام فخر الدین رازی نے "شرح عیون الحکمۃ" میں اس کا تعقّب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ اگرچہ تمہارے لیے یہ مقصد ثابت ہے لیکن اس دلیل کے مقدمات تو صرف فلک محدّد کے بارے میں ہیں اور تم اس حکم کو تمام افلاک اور کواکب پر لگاتے ہو، لہٰذا یہ دلیل کافی نہیں ہے۔ اھ

صدر شیرازی نے "ہدایۃ الحکمۃ" میں لکھا کہ یہ احکام اس دلیل سے تو صرف جرم فلکی محدّد میں ثابت ہوتے ہیں لیکن یہ (فلسفی) لوگ دیگر چیزوں میں بھی یہ احکام لگاتے ہیں۔

دوسرا شک:

اگر شقِ قمر کا واقعہ ہوا ہوتا تو تمام ممالک کے لوگ اُسے دیکھتے اور یہ واقعہ صرف اہلِ مکہ اور اُس کے گرد و نواح میں رہنے والوں کے دیکھنے سے خاص نہ ہوتا، کیونکہ یہ معاملہ تو مشاہدے سے تعلّق رکھتا ہے، نیز جب کہ یہ معاملہ عجیب و غریب تھا تو اصحابِ سیرت ضرور اسے اپنی کُتبِ تاریخ میں نقل کر کے ثابت کرتے، اور جب کہ یہ معاملہ ایسا نہیں ہے تو اسے نقل بھی نہیں کیا گیا۔[۱۴۷]

اِزالۂ شک ا:

اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ ایک دن میں چاند شق کر کے دکھائے کہ تمام مخلوق دیکھ لے، لیکن جبکہ معاملہ یہ ہے کہ کُفارِ قریش نے اُس رات آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے یہ معجزہ طلب کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اُسی رات (اپنے محبوب کے لیے) چاند شق کر دیا۔ اُس وقت کچھ لوگ سو رہے تھے لہٰذا اسے دیکھ نہ سکے۔ جو لوگ بیدار تھے اُن میں سے بھی کچھ اپنے گھروں کے اندر کمروں میں تھے لہٰذا وہ کیسے دیکھ پاتے۔ جو لوگ اپنے گھروں کے صحن میں یا صحراؤں اور جنگلوں میں تھے، اُن میں سے بھی کچھ لوگ قصے کہانیاں سُنا رہے تھے اور آپس میں باتیں کر

---

[۱۴۷] ''مدارج النبوت''، ج۱، ص۲۳۹ تا ۲۴۰ پر ہے: ''بعض ملحدوں کا یہ اعتراض کہ اگر اس معجزہ کی روایت متواتر ہوتی تو اس واقعہ کو روئے زمین کے تمام لوگ جانتے ہوتے اور یہ اہلِ مکہ کے ساتھ خاص نہ ہوتا، کیونکہ اس قسم کی عجیب و غریب باتیں دیکھنے کا لوگوں میں شوق ہوتا ہے، جبکہ غیر عادی چیز کو نقل کرنے کا اہتمام بھی کم کیا جاتا ہے، اگر اس کی کوئی صحت و اصلیت ہوتی تو تاریخ میں لکھی جاتی، نہ اس کا تذکرہ کُتبِ تاریخ میں ہے نہ علمِ نجوم کی کُتب میں''۔

رہے تھے، خوشی یا غم کی وجہ سے مشغول تھے یا عبادت وریاضت میں مصروف تھے، اسی اثنا میں یہ واقعہ ہوا اور کافی دیر تک نہ رہا۔

کچھ لوگ اگرچہ کسی کام میں مصروف نہ تھے تاہم اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اُس وقت چاند کی طرف ہی دیکھ رہے ہوں کیونکہ چاند شق ہونے سے پہلے کسی نے اُس کے بارے میں نہیں سُنا تھا تاکہ اسے یہ واقعہ دیکھنے کا تجسّس ہوتا، نیز یہ بات بھی ہے کہ کچھ لوگوں کے مشاہدے کے درمیان بادل اور اونچے پہاڑ حائل تھے۔ بے شک چاند اپنی منزلوں میں اُفق پر کہیں واضح ہوتا ہے اور کہیں نہیں، کہیں لوگوں پر طلوع ہوتا ہے اور کہیں نہیں، چاند کی حالتیں اختلافِ مطالع سے بدلتی رہتی ہیں، کچھ شہروں میں جس وقت طلوع ہوتا تو دیگر شہروں میں اُس وقت چُھپا ہوا ہوتا ہے، جیسا کہ کہا گیا ہے۔ جب سرزمینِ عرب میں رات گزرے ڈیڑھ گھنٹہ ہو جاتا ہے تو روم اور روس کے کچھ شہروں میں سورج غروب ہوتا ہے، جیسا کہ علمِ زیجات اور شہروں کے عرضِ بلد کا علم رکھنے والے پر یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے۔ پس جب چاند رات کے ابتدائی حصہ میں شق ہوا تھا جیسا کہ مروی ہے کہ چاند ابتدائی طلوع کے وقت شق ہوا اور بعض شہروں کے لوگ اسے دیکھ نہ سکے، تو اس میں کسی قسم کا بُعد بھی نہیں ہے۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ چاند گہن کچھ جگہوں پر جُزوی ہوتا ہے اور کچھ جگہوں پر کُلی، اِن سب باتوں سے قطعِ نظر میں کہتا ہوں کہ چاند شق ہونے کا مدار اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ہے وہ ذات اس پر قادر ہے کہ کچھ کو دکھائے اور کچھ کو نہیں۔ اس معجزہ کا مقصد تو اُن کُفّارِ مکہ کا مشاہدہ تھا جنہوں نے یہ معجزہ طلب کیا تھا اور یہ مقصد حاصل ہو گیا تھا۔

مروی ہے کہ ابو بکر بن طیب جو اَجلّہ علمائے اسلام سے ہیں، اُن سے قیصرِ روم نے پوچھا کہ تم لوگ یہ گمان کرتے ہو کہ چاند تمہارے نبی کے لیے شق ہوا تھا، کیا تمہارے اور چاند کے درمیان کوئی رشتہ داری ہے کہ تم لوگوں نے اس کا شق ہونا دیکھا دیگر نے نہیں؟

آپ نے جواب دیا کہ کیا تمہارے اور عیسی علیہ السلام کے دستر خوان کے درمیان کوئی رشتہ داری ہے کہ صرف تم لوگوں نے اُسے اُترتے دیکھا یہودیوں اور مجوسیوں نے نہیں حالانکہ وہ عیسیٰ علیہ السلام پر چالیس دن تک نازل رہا! یہ سُن کر قیصرِ روم کے ہوش اُڑ گئے وہ خاموش رہا اور کوئی جواب نہ دیا۔

اِزالۂ شک ۲:

اہلِ مکہ شقِ قمر کا مشاہدہ کرنے میں خاص نہیں ہیں، کیونکہ وہ قافلے اور مسافر جو اطرافِ عالم سے مکہ مکرمہ آئے انہوں نے بھی اس واقعہ کی خبر دی جیسا کہ احادیث اس پر ناطق ہیں، نیز مؤرّخین نے بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ میں یہاں اُس واقعہ کو ذکر کرتا ہوں جو "سوانح حرمین" میں ہے کہ شہرِ دہار، جو بحرِ چنبل کے قریب صوبہ مالوہ کے مضافات میں واقع ہے، اس کا راجہ اُس رات اپنے گھر کی چھت پر بیٹھا تھا، اُس نے دیکھا کہ چاند شق ہوا پھر آپس میں مل گیا، اُس نے اپنی ریاست کے برہمنوں کو بلایا اور اس بارے میں ان سے پوچھا، برہمنوں نے بتایا کہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ عرب میں ایک نبی ظاہر ہو گا، اس نبی کے معجزات میں سے شقِ قمر بھی ایک معجزہ ہو گا۔

راجہ نے نبی کریم ﷺ کی طرف ایک قاصد بھیجا اور آپ علیہ السلام پر ایمان لے آیا، نبی کریم ﷺ نے اُس کا نام "عبد اللہ" رکھا اس کا انتقال شہر دہار میں ہوا اور وہیں

دفن کیا گیا، اُس کی قبر کی زیارت کی جاتی ہے اور باعثِ برکت سمجھی جاتی ہے۔ بعض رسائل میں ہے کہ اُس راجہ کا نام ''بھوج'' تھا۔

محمد قاسم کی ''تاریخِ فرشتہ'' میں ''تحفۃ المجاہدین'' سے منقول ہے کہ ہجرت نبوی کے دو سو سال گزرنے کے بعد مسلمانوں کی ایک جماعت، عرب و عجم کے لباسِ فقر ودرویشی میں کشتی میں سوار ہو کر حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے قدمگاہ کی زیارت کے ارادے سے سراندیپ (لنکا) کی طرف نکلی، ان کے امیر کا نام مالک ابن حبیب تھا، اتفاق سے وہ کشتی مخالف ہوا کی وجہ سے ''ملی بار'' جا پہنچی، وہ لوگ کدنکلور میں اُترے۔ وہاں کے حاکم کا نام سامری تھا جو لوگوں میں سب سے زیادہ زیورِ عقل ودانش سے آراستہ اور عمدہ اخلاق کا حامل تھا۔ حاکم ان لوگوں کی صحبت سے مشرف ہوا، اور اُن سے بات چیت کی۔

دوران گفتگو اُس نے اُن کے مذہب کے بارے میں پوچھا، انہوں نے بتایا کہ ہم مسلمان ہیں اور ہمارے نبی محمد ﷺ ہیں۔ سامری نے کہا کہ میں نے یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں سے مسلمانوں کے بارے میں سُنا ضرور ہے تاہم کسی مسلمان سے کبھی ملا نہیں، آج میں آپ لوگوں کی صحبت سے مشرف ہو رہا ہوں۔ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور معجزات سے کچھ حقائق بتائیں۔ ایک مسلمان جو صفتِ علم وصلاح کا حامل تھا، اُس نے آپ ﷺ کے حالات و معجزات بتانا شروع کیے، یہاں تک کہ شقِ قمر کا معجزہ بھی ذکر کیا، تو سامری نے کہا: یہ معجزہ بہت قوی ہے، اگر صبح کا وقت نہ ہوتا تو تمام شہروں کے لوگ اسے دیکھتے۔ ہمارے ہاں کا یہ دستور ہے کہ جب کوئی بڑا واقعہ ہوتا ہے تو اہلِ قلم اسے دفتروں میں لکھ لیتے ہیں، ہمارے باپ دادا کے دفاتر محفوظ ہیں۔ مَیں اس معجزہ کو ان میں دیکھتا ہوں، پھر

اُس نے حکم دیا کہ ان میں دیکھا جائے، جب رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے دفتروں کو کھولا گیا تو یہ لکھا ہوا دیکھا کہ فلاں تاریخ کو دیکھا گیا کہ چاند دو ٹکڑے ہوا اور پھر مل گیا۔

یہ سُنتے ہی سامری پر دینِ محمدی کی حقیقت واضح ہو گئی اور وہ صدقِ دل اور خلوصِ نیت کے ساتھ حضور علیہ السلام پر ایمان لے آیا۔ پھر اس نے حرمین شریفین کی زیارت کا عزم کیا اور اپنی رعایا سے چھپ کر رات میں انہی مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ کشتی میں سوار ہوا اور سفر مکہ شروع کیا۔ جب شحر[۷۵] کی بندر گاہ پر پہنچا تو بیمار ہوا اور وہاں اس کا انتقال ہو گیا پھر اُسے وہیں دفن کر دیا گیا۔ جہاں تک اس بارے میں صحیح روایت کا تعلق ہے تو وہ یہ ہے کہ سامری نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اپنے شہر میں چاند کا شق ہونا دیکھا تھا۔ کچھ معتبر لوگوں کو اس واقعہ کی تحقیق کے لیے بھیجا تو بتایا گیا کہ محمد (ﷺ) نے نبوّت کا دعویٰ کیا ہے اور اپنے معجزہ سے چاند کو شق کیا ہے۔ اس کے بعد سامری نے کشتی میں سوار ہو کر حجازِ مقدس کا سفر کیا آپ ﷺ کی صحبت سے مشرف ہو کر آپ ﷺ پر ایمان لے آیا۔ بیت اللہ کا حج کیا، آپ ﷺ کی طرف سے اسے وطن واپس آنے کی اجازت ملی تو وہ دیگر مسلمانوں کے ساتھ ہند کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ شہر ظفار پہنچے تو مہلک مرض میں مبتلا ہو گیا، وہیں اس کا انتقال ہوا اور دفن کیا گیا، لوگ اس کے مزار کی زیارت کو جاتے ہیں اور برکت حاصل کرتے ہیں، ملخصًا۔[۷۶]

---

۷۵ شَحْر: عمان اور عدن کے درمیان ساحل ہے ۱۲ منہ (دیکھیے قاموس مادۂ "شحر")

۷۶ "تاریخ فرشتہ" محمد قاسم، (مترجم) عبد الحی خواجہ، ڈاکٹر عبد الرحمن، دوست ایسوسی ایٹس پبلشرز، لاہور، جلد ۴، ص ۷۳۱-۷۳۳۔

اس معجزہ کے منکر کا حکم:

جان لو کہ شقِ قمر کی حدیث مشہور یا متواتر ہے۔ پہلی صورت میں اس کا منکر گمراہ ہے جبکہ دوسری صورت میں اُس کی تکفیر کی جائے گی۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ "شرح فقہِ اکبر"[۷۷] میں لکھتے ہیں:

"محیط" میں ہے کہ جس نے شرعی احکام میں وارد احادیثِ متواترہ کا انکار کیا تو اس کی تکفیر کی جائی گی مثلاً مَردوں کے لیے ریشمی کپڑا پہننے کی حُرمت کے بارے میں احادیث کا انکار کرنا۔ جس نے نمازِ وتر اور قربانی کا انکار کیا اُس کی بھی تکفیر کی جائی گی۔ یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ محیط میں "شرعی احکام" کی قید لگائی گئی ہے، اس لیے کہ اگر کوئی غیر شرعی معاملات کے بارے میں مروی احادیثِ متواترہ کا انکار کرے تو اُس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، جیسے حاتم طائی کے وجود کا انکار اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت کا انکار کرنا کفر نہیں ہے۔ پھر یہ بھی جان لو کہ یہاں "محیط" میں تواتر سے مراد "تواترِ معنوی" ہے نہ کہ "تواترِ لفظی"، اس لیے کہ ریشمی کپڑا پہننے کی حُرمت، وتر اور قربانی کی حقیقت، تواترِ لفظی سے ثابت نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی احادیث کے تین درجات ہیں، جیسا کہ میں نے "شرح نخبۃ الفکر" میں بیان کیا ہے۔

احادیث کی اقسام اور اُن کا حکم:

یہاں اس کا خلاصہ بیان کرتا ہوں، وہ تین درجات مندرجہ ذیل ہیں:

---

[۷۷] "منح الروض الازہر"، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ص ۱۶۵-۱۶۶۔

ا۔ متواتر: وہ حدیث جسے روایت کرنے والے اتنے زیادہ ہوں کہ ان سب کا جھوٹ پر جمع ہونا ممکن نہ ہو۔

حکم: اِس کا مُنکر کافر ہے۔

۲۔ مشہور: وہ حدیث جسے پہلے ایک راوی دوسرے راوی سے روایت کرے پھر ایک جماعت دوسری جماعت سے، یہاں تک کہ ان سب کا جھوٹ پر متفق ہونا ممکن نہ ہو۔

حکم: اس کا منکر تمام کے نزدیک کافر ہے، سوائے عیسیٰ بن ابان کے اُن کے نزدیک ایسے شخص کو گمراہ کہا جائے گا کافر نہیں اور یہی صحیح ہے۔

۳۔ خبرِ واحد: جسے ایک راوی دوسرے سے روایت کرے۔

حکم: اس کا منکر کافر تو نہیں ہو گا، ہاں اگر یہ حدیث صحیح یا حَسن ہوئی، تو اسے قبول نہ کرنے کی وجہ سے گُناہگار ضرور ہو گا۔

"خلاصۃ الفتاوی"[۸۷] میں ہے: جس نے حدیث کا انکار کیا، بعض مشائخ کے نزدیک اس کی تکفیر کی جائے گی، جبکہ متأخّرین کے مطابق اگر حدیث متواتر ہوئی تو تکفیر کی جائے گی۔ میں کہتا ہوں: یہی صحیح ہے، ہاں اگر خبرِ واحد کا انکار توہین و تحقیر اور رد کی بنا پر کیا تو کافر ہو جائے گا"۔

اس رسالہ کی تحریر و تحقیق، گیارہ شعبان المعظم، ۱۲۸۸ سن ہجری، حیدر آباد (ہند) میں مکمل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے عیبوں کو اپنی بخشش سے چھپائے۔

---

۸۷ "خلاصۃ الفتاوی"، فصل ثانی فی الفاظ الکفر۔۔ الخ، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، جلد ۴، ص ۳۸۶۔

میں اپنے پروردگار کی رحمت کا اُمیدوار بندہ محمد عبد الحلیم ابن بحر العلوم مولانا محمد امین اللہ، انصاری قطبی نسباً لکھنوی وطناً حنفی مذہباً اور قادری مشرباً ہوں۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَحَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَصَحْبِہٖ أَجْمَعِیْنَ ○

مآخذ ومراجع

القرآن الکریم

١. اخبار الاخیار، شیخ محدث عبد الحق دہلوی، (مترجم) محمد منیر رضا قادری، شبیر برادرز لاہور۔

٢. ارشاد الساری، ابو العباس شہاب الدین احمد قسطلانی، دار الفکر بیروت، لبنان ١۴٢١ھ۔ ٢٠٠٠م۔

٣. اشعة اللمعات، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، (مترجم) محمد عبد الحکیم قادری و مولانا مفتی محمد خان قادری، فرید بک سٹال لاہور۔

۴. تاریخِ فرشتہ، محمد قاسم، (مترجم) عبد الحی خواجہ، ڈاکٹر عبد الرحمن، دوست ایسوسی ایٹس پبلشرز، لاہور۔

۵. تذکرہ علمائے ہند، مولوی رحمن علی، (مترجم)محمد ایوب قادری، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی۔

٦. تفہیماتِ الٰھیہ، قطب الدین احمد، معروف بہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفیٰ ١١٧٦ھ، مجلس علمی، دابھیل(سورت) ہند، ١٣۵۵ھ۔١٩٣٦م۔

٧. جد الممتار“، امام احمد رضا خان حنفی، المدینة العلمیة، کراچی۔

٨. خلاصة الفتاوی، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ

٩. الدر المنثور، امام جلال الدین السیوطی الشافعی

۱۰. درِ مختار مع رد المحتار، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ۔

۱۱. سُنَن التّرمذی، للإمام المُحدّث محمد بن عیسی أبو عیسی التّرمذی (ت۲۹۷ھ)، دار الکتب العربی، بیروت، الطبعة الاولیٰ ۱۴۲۱ھ۔ ۲۰۰۰م۔

۱۲. شرح العقائد النسفیہ، علامہ سعد الدین تفتازانی، قدیمی کُتب خانہ

۱۳. شرح مواقف، سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفیٰ ۸۱۶ھ، طبعہ اولیٰ ۱۴۱۹ھ۱۹۹۸م، دار الکتب العلمیة، بیروت۔

۱۴. صحیح البخاری، للإمام أبی عبد الله محمد بن إسماعیل البخاری الجعفی (ت۲۵۶ھ)، دار الکتب العربی، بیروت، الطبعة الاولیٰ ۱۴۲۰ھ۔ ۱۹۹۱م۔

۱۵. صحیح مسلم، للإمام أبی الحسین مسلم بن الحجّاج بن مسلم القُشَیری النّیسابوری (ت۲۶۱ھ)، دار الأرقم، بیروت، الطبعة الاولیٰ ۱۴۲۱ھ۔ ۲۰۰۱م۔

۱۶. عمدة الرعایة فی حل شرح الوقایة، میر محمد کُتب خانہ۔

۱۷. الفَتاویٰ الرَّضَوِیَّة۔ مع التّخریج، لإمام أهل السّنّة، الإمام أحمد رضا بن نقی علی خان الحنفی(ت۱۳۴۰ھ)، رضافاؤنڈیشن، لاهور

۱۸. کنزالإیمان فی ترجمة القراٰن، لإمام أهل السنّة، الإمام أحمد الرّضا بن نقی علی خان القادری الحنفی (ت۱۳۴۰ھ)، مکتبة رضویة،

کراتشی

۱۹. مدارج النبوت،شیخ عبد الحق محدث دہلوی، (مترجم)علامہ مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ، جولائی، ۲۰۰۴م، شبیر برادرز لاہور۔

۲۰. مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ۔مفتی احمد یار خان نعیمی

۲۱. مرقاۃ المفاتیح،ملا علی بن سلطان محمد قاری متوفیٰ ۱۰۱۴ھ، مکتبہ امدادیہ ملتان ۔

۲۲. مِشْکَاۃ المَصَابیح، للإمام محمد بن عبد اللہ الخطیب التّبریزی، تحقیق الشیخ جمال عیتانی، دارُ الکتب العلمیۃ، بیروت، الطّبعۃ الأولیٰ ۱۴۲۴ھ۔۲۰۰۳م

۲۳. مقدمۃ ابن الصلاح فی علم الحدیث، للإمام ابن الصلاح الشہزوري، دار الکتاب العربي، بیروت ۱۴۲۶ھ۔۲۰۰۵م

۲۴. منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبر، علامہ علی بن سلطان محمد قاری حنفی متوفی ۱۰۱۵ھ، قدیمی کُتب خانہ کراچی۔

۲۵. المواقف مع شرحہ، قاضی عضد الدین عبد الرحمن ایجی متوفی ۷۵۶ھ، طبعہ اولیٰ ۱۴۱۹ھ ۱۹۹۸م، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

۲۶. مواہبِ لدنیہ مع شرح زرقانی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۷ھ ۱۹۹۶م۔

۲۷. نظم الدرر فی سلک شق القمر ، مولانا عبد الحلیم الکھنوی، صفر المظفر ۱۲۸۷ھ، مطبع مصطفائی۔

۲۸. نظم الدرر فی سلک شق القمر ، مولانا عبد الحلیم الکھنوی، مطبع مجتبائی ۱۲۸۱ھ۔